تحفظ ختم نبوت کا حقیقی علمبردار واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

ماہنامہ

چودھویں صدی

دہلی

ایڈیٹر: ممتاز عالم

Rs. 10/-

اکتوبر، نومبر ۲۰۰۷ء

ایل ۔ ۲۵/اے، دلشاد گارڈن، دہلی ۔ ۱۱۰۰۹۵

www.aaiil.org

ماہنامہ چودھویں صدی دہلی

سرپرست
جناب شوکت اے۔علی صاحب

اڈیٹر
مفتی ممتاز عالم

جلد نمبر..................۸
شمارہ..............۱۰،۱۱
شوال، ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ
اکتوبر، نومبر ۲۰۰۷ء

مجلس ادارت

ایم وائی تاثیر صدر (کشمیر)
اصغری بانو نائب صدر (ممبئی)
بشارت سلیم جنرل سکریٹری (جموں)
اشفاق حسین سکریٹری (کولکاتہ)
عبدالغفار مقامی صدر (دہلی)

کمپیوٹر کمپوزنگ: اسلم اعجاز

بدل اشتراک

فی شمارہ..........۱۰/روپے
سالانہ.........۱۰۰/روپے
بیرون ملک........۱۰/پونڈ
ڈالر امریکن........۱۲ ڈالر

آئینہ مضامین

نمبر شمار	عنوان		صفحہ نمبر
۱۔	اداریہ	مفتی ممتاز عالم	۲
۲۔	تھوڑوں کے ساتھ بہتوں کی بدسلوکیاں آیت قرآنی کی روشنی میں	جالینوس کے قلم سے	۴
۳۔	دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے☆ پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے	ڈاکٹر نظیر السلام صاحب	۷
۴۔	زکوۃ.....اور.....انکم ٹیکس	ممتاز احمد فاروقی	۱۱
۵۔	حضرت مسیح صلیب سے کشمیر تک	ناصر احمد صاحب	۱۳
۶۔	احوال اُمّت ہم ایک ہیں مگر مسلک الگ الگ	سید علی صاحب	۱۶
۷۔	علمائے سو (تنگ نظر مُلّا)	الحاج معین الدین احمد	۱۹
۸۔	مطلع احمدیت کے چند روشن ستاروں کی ایک جھلک	مولانا سمیع اللہ صاحب	۲۲
۹۔	حضرت مولانا محمد علیؒ دورِ جدید کے مقبول ترین مفسر قرآن	کیپٹن عبدالسلام خان	۲۵
۱۰۔	حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ کے چند لا ثانی	ادارہ	۳۰
۱۱۔	مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کے مکتوب حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ کے نام		۳۳
۱۲۔	حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ شجر احمدیت کا نہایت ہی شیریں پھل	برکت اللہ راٹھور صاحب	۳۵
۱۳۔	ملکی و عالمی خبریں		۳۸

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا L-25A، دلشاد گارڈن، دہلی۔95 فون: 011-22596616، 9910750455
E-mail:ahmadiyyaanjuman@yahoo.co.in Our Website:www.aaiil.org(or)islam.lt

کسی بھی معاملے کی شنوائی صرف دہلی کی عدالت میں ہوگی۔

www.aaiil.org

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارا ایمان ہے کہ اسلام دین حق ہے قرآن کی زبان میں یہ اللہ کا پسندیدہ دین ہے جو انسانیت کے لیے مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ یہ تہذیب بھی ہے اور تحریک بھی ہے اور ایک انقلابی پیغام بھی۔ عصر حاضر میں امت مسلمہ کو جن خارجی چیلنجوں کا سامنا ہے عیسائیت ان میں سرفہرست ہے۔ اسلام اور عیسائیت کی یہ سرد جنگ کثیر جہتی ہے۔ انہی میں سے ایک محاذ مشنریوں کا بھی ہے ان کا واحد مقصد چوں کہ عیسائیت کی بقا اور غلبہ ہے اور اسلام اپنی جامعیت کے سبب ان کی راہ میں حائل ہے۔ اسی لیے دونوں کا ٹکراو ناگزیر ہے یہی وجہ ہے کہ مشنری کسی طرح بھی اسلام کے حق میں مخلص نہیں۔ گلوبلائزیشن اور نیو ورلڈ آرڈر جیسے مقاصد اور منصوبوں کے علمبرداروں نے اعلانیہ طور پر اسلام کو حریف مذہب کی حیثیت سے تصور کرلیا ہے اور اسی لیے مسیحی مشنریوں کو ان کی پوری حمایت حاصل ہے اور چاہتے یہ ہیں کہ نصرانیت اسلام پر غالب آجائے۔

اسی سلسلہ میں ایک امریکی مجلّہ لکھتا ہے۔ ''مسلمان پانچ سو سال تک سوتے رہے لیکن اب وہ حرکت میں آرہے ہیں اور غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لیے سازش اور رات دن کی سرگرمیاں ضروری ہیں تاکہ اسلامی بیداری جڑ نہ پکڑ سکے اور اسلام کمزور اور غیر متحرک ہی رہے'' (بحوالہ کتاب ہندوستان میں عیسائی مشنری اور ان کا طریقہ کار ص۱۳) اسی طرح ایک عیسائی مشنری کہتا ہے کہ اسلام عیسائیت کی تبلیغ واشاعت کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ اسی لیے صموئل زویمر نے ''قدس کانفرنس'' میں مشنریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔ ''تم لوگوں کا مشن یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلام سے دور کر دو تاکہ یہ لوگ ایک خدا ناآشنا مخلوق اور بد اخلاق قوم بن جائیں حالانکہ قومیں اعلیٰ اخلاق کی بنا پر زندہ رہتی ہیں۔ اپنے اس عمل کی بنا پر تم لوگ اسلامی ممالک میں سامراجی طاقتوں کی فتح کا پیش خیمہ ثابت ہوگے'' (ایضاً ص۱۳)

معلوم ہوا کہ بنیادی طور پر مشنریوں کے پیش نظر تین مقاصد ہیں اوّل عیسائیت کی تبلیغ اور پوری دُنیا کو عیسائی بنانے کا منصوبہ۔ دوم غیر عیسائیوں کی دینی روح کو مردہ کرنا کیوں کہ اس کے بغیر پہلا مقصد حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ سوم سامراجی قوتوں کے ساتھ تعاون وغیرہ

مقولہ مشہور ہے ''تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔'' برصغیر ہند پر انگریز کے قبضے بالخصوص ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد یہاں انگریزوں کی پالیسی یہ تھی کہ مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو عیسائی بنایا جائے یا کم از کم انہیں مسلمان نہ رہنے دیا جائے۔ الغرض برطانیہ کے ایک ممبر پارلیمنٹ مسٹر منگلین نے ۱۸۵۷ء کے آغاز میں دارالعوام (House of Commons) میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔

''خدا نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت پر انگلستان کا قبضہ ہوتا کہ عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرا جائے۔ ہر شخص کو اپنی تمام قوت ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیے اور اس میں کسی قسم کا تساہل نہیں کرنا چاہیے۔''

چنانچہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں نے تقریباً سات ہزار علماء کو تہہ تیغ کیا۔ اس جنگ آزادی میں ہندوستانیوں کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے اپنی مضبوطی کے لیے سیاسی و تعلیمی میدان میں اور دیگر بہت سارے انتظامات کے علاوہ برطانیہ سے کثیر تعداد میں عیسائی پادری بلائے اور مسیحی لٹریچر چھاپنے کے لیے ۱۸۷۹ء میں چرچ مشن سوسائٹی نے انگلینڈ سے ایک پریس منگوایا۔ اس کے بعد چند سالوں میں سات پریس لگ گئے اور ہزاروں تبلیغی کتابیں چھپ کر تقسیم ہونے لگیں۔ ساری کتابیں دین مسیح کی حقیقت وافضلیت ثابت کرنے سے متعلق تھیں اور ساتھ ہی ان میں اسلام پر اعتراضات اور حملے بھی کیے گئے تھے مثلاً (۱) قرآن مجید اصلی حالت میں موجود نہیں ہے اس میں بھی تحریف ہوئی ہے (نعوذ باللہ) (۲) قرآن کوئی نئی چیز نہیں ہے توریت اور زبور سے سرقہ کیا گیا ہے اس میں اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے یہودیوں کی خرافات ہے (العیاذ باللہ) (۳) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بارے میں کوئی پیش گوئی بائبل (عہد نامہ قدیم و عہد نامہ جدید) میں نہیں ہے (نعوذ باللہ) (۴) قرآن کریم کی آیات ایک دوسرے کی مخالف اور متضاد ہیں اس

لیے قرآن کلام الٰہی نہیں ہے (استغفر اللہ)

عیسائی پادریوں نے کتابوں اور رسالوں کے علاوہ مناظرہ بازی کا بھی سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ علماء حق ہی تھے جنہوں نے فروغ عیسائیت کے اس سیلاب کے سامنے بند باندھا، عیسائی مصنفوں کی کتابوں کے جواب میں کتابیں لکھیں اور رسالوں کے مقابلے میں رسالے شائع کیے اور انگریزی و عبرانی زبانیں سیکھ کر براہ راست عیسائیت کا مطالعہ کیا پادریوں سے مناظرے کیے۔ علماء اسلام کی اسی جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ پادریوں کو اپنے جارحانہ طریق کار کو بدلنا پڑا۔ اس دوران بعض مقامات پر مسلمان عیسائی مشنریوں اور انگریزوں کے دبدبہ اور اپنی ناواقفیت اور لاعلمی کے سبب ان کے دام میں آئے اور ایسے لوگوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی۔ بلاشبہ اس ابتدائی ایام میں علماء دین اسلام جیسے مولانا آل حسن صاحبؒ، مولانا رحمت اللہ صاحبؒ کیرانوی، ڈاکٹر وزیر خان صاحب سید ناصر الدین ابوالمنصور دہلوی اور دیگر علماء اسلام نے متعدد کتب رد عیسائیت میں لکھیں اور ممتاز پادریوں سے بالمشافہ مناظرے بھی کیے جس سے یقیناً مسلمانوں کو فائدہ پہنچا۔ لیکن پھر بھی انگریزوں نے اسلام کے خلاف اشاعت کتب کا سلسلہ نہیں روکا بلکہ جاری رکھا اور مسلمانوں پر ان کے مظالم کا سلسلہ بھی جاری رہا ایسے نازک وقت میں من جانب اللہ پنجاب سے ایک زبردست آواز حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ مجدد صد چہاردہم کی شکل میں بلند ہوئی آپ احیائے دین اور اسلام کی خاطر سینہ سپر ہو گئے میدان میں اترے اور دشمنوں کو للکارا اور باقاعدہ قلمی جہاد کا آغاز فرما دیا اور تلوار کا کام قلم سے لیتے ہوئے حالات کے پیش عیسائیت کا مقابلہ منظم اور پُر امن طور ہی پر کیا۔ عیسائی مشنریوں کے مقابلہ میں مجدد صد چہاردہم نے اپنے قلم اور اپنی قائم کردہ جماعت احمدیہ کے مبلغین اور مصنفین کے ذریعہ تحریری اور تقریری مناظروں کا انعقاد کر کے پادریوں کا منہ بالکل بند کر دیا اور وفات مسیح کے عقیدہ کے ذریعہ تو آپ نے عیسائیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔ جماعت احمدیہ کے قیام کا اصل مقصد اسلام کا غلبہ اور عیسائیت کا خاتمہ یعنی تثلیث پرستوں کا دلائل سے کامل مذہبی شکست تھا۔ مامور من اللہ کی حیثیت سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ مسیح موعود اور ''مہدی معہود'' اس لیے تھا کہ تثلیث پرستی کا خاتمہ کر کے توحید کا علم بلند کیا جائے۔ مسلم معاشرہ کو شرک و بدعات سے پاک کر کے اسلام کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا جائے۔

الغرض اس پاک مقصد کی تکمیل کے لیے آپ کے مرید خاص حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ نے یورپ کے تبلیغی دورے کیے اور انگریزی میں اسلامی لٹریچر اور تقریروں کے ذریعہ یورپی عوام تک اسلام کا سچا پیغام پہنچایا اور تاریخ شاہد ہے کہ اس سے انگریزوں نے اسلام کو سمجھا اور لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھ کر اسلام کا پیغام نہ صرف یورپ میں بلکہ دُنیا کے تمام ملکوں اور مختلف زبانوں میں پہنچانے کا بندوبست کیا۔ چنانچہ انگریزی، فرانسیسی، جرمنی، اسپینی، ڈچ اور دیگر یورپی زبانوں میں، قرآن مجید، احادیث، سیرت مقدسہ اور تاریخ اسلام شائع کیے گئے یہ بھی ایک سچائی ہے کہ یورپ میں تجدید دین کا سہرا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سر ہے اور جو غلط فہمیاں آج مسلمانوں میں احمدیت کے بارے میں پائی جاتی ہیں اس کا تعلق دراصل قادیانی جماعت کے خود ساختہ عقائد سے ہے یا ان کی جانب سے حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کو غلط انداز میں پیش کرنے سے ہے۔ اس کا تعلق حقیقی احمدیت سے قطعی نہیں۔ کلمہ گو اور ختم نبوت کے عقیدہ پر پختہ ایمان رکھنے والی جماعت احمدیہ لاہور کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھنا یقیناً علماء کی ناانصافی ہے۔ انجمن کی جانب سے متواتر ایک صدی سے شائع شدہ کتب و رسائل اس پر شاہد ہیں کہ تحریک احمدیت لاہور کا کوئی عقیدہ اللہ اور رسولؐ کے فرمودہ کے خلاف نہیں ہے۔

کاش! اگر علماء کرام اپنے طرز عمل سے یہ نمونہ پیش کریں کہ اسلامی رشتہ ہی اوّلین اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ فقہی اور فرقوں کے اختلاف ثانوی اہمیت کے حامل ہیں تو اس سے مسلمانوں میں ملت واحدہ کے تصور کو فروغ حاصل ہوگا اور طبقوں میں بٹ جانے اور مخالف مسلک کے حامل کو قابل گردن زدنی تصور کرنے کی ذہنیت کا خاتمہ ہوگا اور پھر دُنیا میں تمام مسلمانوں کو ایک متحدہ قوت بن کر ابھرنے کا موقع ملے گا۔ فتفکروا وتدبروا یااولی الالباب. ☆☆☆

جالینوس کے قلم سے

تھوڑوں کے ساتھ بہتوں کی بدسلوکیاں

آیت قرآنی کی روشنی میں

(۱) قومِ نوحؑ کا سلوک

''اور ان کو نوحؑ کی خبریں بھی سُنا جب اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر تم پر میرا مقام اور خدا کی باتوں کا تذکرہ گراں گزرتا ہے تو مجھے تو خدا پر کامل بھروسہ ہے۔ تم سب مل کر میرے خلاف سازش کر لو اور اپنے (پارلیمنٹ) کے ممبروں کو بھی شامل کر لو اور تم جو چاہو میرے خلاف کر و اور مجھے بے شک دفاع کا موقعہ نہ دو...... پس ان سب نے اس کی ایک نہ سنی، پس ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو (جو کشتی نوح میں سوار تھے) نجات دی اور ہم نے غرق کر دیا (چن چن کر موت کے گھاٹ اُتار دیا) ان لوگوں کو جو ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔'' (یونس ۷۳)

''قوم کے لوگوں نے کہا کہ ہم تجھ پر کیسے ایمان لے آئیں جب کہ تیرے پیروکاروں میں گھٹیا قسم کے لوگ شامل ہیں...... اس نے کہا کہ میں ایمان لانے والوں کو دھتکار تو نہیں سکتا۔ انہوں نے کہا کہ اگر تو باز نہ آیا تو ہم تم سب کو سنگساری کی سزا دیں گے۔'' (الشعراء ۱۱۶)

(۲) قومِ ابراہیمؑ کی سوچ

''اس کی قوم کے پاس (دلائل کا) اور کوئی جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ اس نے کہا کہ اسے قتل کر دو یا جلا دو۔ پس خدا ہی تھا جس نے اُسے ان آگ لگانے والوں سے محفوظ رکھا۔'' (العنکبوت ۲۴)

(۳) قومِ موسیٰؑ کی سرکشی

''اور ہم نے ان کے بعد موسیٰ کو دلائل کے ساتھ فرعون اور اس کے وزیروں کے پاس بھیجا۔ پس انہوں نے ظلم کی راہ اختیار کی...... اور موسیٰ نے فرعون سے کہا کہ میں رب العالمین کی طرف سے پیغامبر ہوں اور جو میں کہہ رہا ہو وہ حق پر مبنی ہے اور میں اپنے رب سے دلائل لے کر آیا ہوں...... تو فرعون نے موسیٰ پر ایمان لانے والوں سے کہا کہ تم میری اجازت کے بغیر موسیٰ پر ایمان لائے ہو یہ سب تم لوگوں نے ایک چال چلی ہے کہ تم یہاں (برسرِ اقتدار آ کر) ہم لوگوں کو بے دخل کر دو پس تم کو عنقریب پتہ چل جائے گا میں تمہیں (بے بس کر کے) تمہارے ہاتھ پاؤں اس خلاف ورزی کی وجہ سے کاٹ دوں گا اور سب کو سُولی پر لٹکا دوں گا...... پس موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگوں اور صبر کا اعلیٰ نمونہ پیش کرو۔ یہ ملک تو خدا کا ہے جس کو چاہے دیتا ہے اور عاقبت تو متقیوں کی اچھی ہوتی ہے۔ (الاعراف ۱۰۳ تا ۱۲۸)

(۴) قوم ثمود کی صالحؑ سے زیادتی

''اور ہم نے قوم ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح کو معبوث کیا اور اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے...... اس کی قوم کے (پارلیمنٹ) کے سرداروں نے جو بزعم خود اپنے کو برسر اقتدار سمجھتے تھے کہا کہ تم کو معلوم نہیں کہ یہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو ان کمزور لوگوں نے کہا کہ ہم تو خدا کے پیغام پر ایمان لائے ہیں تو حکومت والوں نے کہا کہ ہم اس کو برحق ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔'' (الاعراف ۷۳ تا ۷۶)

''قوم نے کہا کہ اے صالح ہم کو تجھ سے بہت سی اُمیدیں وابستہ تھیں کیا تو ہمیں ان معبودوں (غلط خیالات) سے ہٹانا چاہتا ہے جس پر ہمارے بڑے چلتے رہے اور ہمیں تو تیری باتوں پر یقین نہیں آتا۔'' (ہود ۶۲)

(۵) حضرت ہودؑ سے قوم عاد کا سلوک

''اور ہم نے قومِ عاد کی طرف اُن کے بھائی ہودؑ کو بھیجا اور اُس نے کہا کہ اے میری قوم اللہ واحد اور لاشریک کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ کہا کیا تم تقویٰ کی راہ اختیار نہیں کرو گے۔ اس کی قوم کی (پارلیمنٹ) کے ممبروں نے کہا کہ ہم تجھ کو بے وقوفی میں مبتلا پاتے ہیں اور تجھے غلط راہ (غیر اسلامی) پر گمان کرتے ہیں۔'' (الاعراف ۶۵، ۶۶)

(۶) قومِ شعیبؑ (مدین والے) سے اصحٰب الایکه کا طرز

''قوم کے لوگوں نے کہا کہ اے شعیبؑ تیری نماز تجھے یہی سکھاتی ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کا طریقِ کار ترک کر دیں یا اپنے اموال کو اپنی مرضی کے مطابق خرچ نہ کریں تو تو بہت حلم اور رُشد والا معلوم ہوتا ہے۔'' (ہود۔ ۸۷)

''قوم نے (شعیب سے) کہا اے شعیب تیری بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ سے بالا ہیں اور ہم تو تجھے اپنے اندر (اقلیت میں) بہت کمزور پاتے ہیں۔ اگر تیرے قبیلے کا خیال نہ ہوتا تو ہم تجھ کو سنگساری کی سزا دے دیتے اور تو تو ہم سے زیادہ طاقتور بھی نہیں ہے۔'' (ہود ۹۱)

''اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا اس نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اب تو تمہارے پاس روشن دلائل آ چکے ہیں پس سب کے لیے ایک پلڑا رکھو اور لوگوں سے کم بڑھتی سلوک نہ کرو اور جب ملک میں امن وامان ہے تو کیوں فساد کی فضا پیدا کرتے ہو اگر تم ایمان کے دعویدار ہو تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے اور دیکھو ہر راہ پر پہرے نہ لگاؤ۔ خدا کی راہ سے ڈرانے اور رکاوٹ کی راہیں پیدا نہ کرو ان کے لیے جو ایمان لاتے ہیں اور تم کجی اختیار کرتے ہو اور یاد کرو جب تم بھی اقلیت میں تھے تمہیں خدا نے (الگ الگ ملک دے کر) اکثریت میں تبدیل کر دیا اور تم تو جانتے ہی ہو کہ فسادی لوگوں کا انجام کیا ہوتا ہے...... تو اس قوم کی (پارلیمنٹ) کے سرداروں نے کہا کہ ہم تجھے اور تیرے ساتھیوں کو اپنے (مذہب سے) ملک سے نکال باہر کریں گے ورنہ تم ہماری ملّت میں واپس آ جاؤ تو اس نے کہا کیا اس حال میں بھی کہ ہم بیزار ہوں اس بات سے نفرت ہی کیوں نہ آتی ہو۔'' (الاعراف ۸۵ تا ۸۸)

(۷) قومِ لُوط کی بدکرداریاں

''اور جب لُوط نے اپنی قوم سے کہا کہ تم جیسے بدکردار تو دونوں جہانوں میں کبھی نہیں گزرے تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے بدکاری کے مرتکب ہوتے ہو اور جب اس کی قوم کے پاس اس کے دلائل کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو یہ کہا کہ انہیں اپنی بستی (مذہب سے) الگ کر دو۔ یہ لوگ بڑے پاکباز بنے پھرتے ہیں۔'' (الاعراف ۸۰ تا ۸۲)

(۸) حضرت سلیمانؑ سے قوم سباء کی خط و کتابت

''ملکہ سباء نے کہا کہ اے وزیرو (پارلیمنٹ کے ممبرو) میرے پاس ایک بہت معزز مکتوب آیا ہے اور وہ سلیمانؑ نے لکھا ہے اور کچھ یوں ہے:۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میرے خلاف ہتھیار نہ اٹھاؤ اور فرمانبرداری قبول کر کے چلے آؤ۔'' اس نے پوچھا اے سردارو اب کیا کرنا چاہیے تمہارے مشورے کے بغیر میں کوئی قطعی فیصلہ کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی۔ قوم کے سرداروں نے جواب دیا ہم سب بہت طاقتور (اکثریت) ہیں اور شدید سزا دینے کے اہل ہیں پس آپ دیکھ لیجئے کہ کیا حکم دیتی ہیں۔'' (النمل ۳۰ تا ۳۳)

(۹) حضرت عیسیٰ کا مثالی کردار

''اور جب ہم نے عیسیٰ کو مثالی کردار بنا کر بھیجا تو قوم نے اس کی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دئے۔ وہ یقیناً ایک بندہ تھا صرف یہ کہ ہم نے اس کو انعام و اکرام سے نوازا تھا اور اس کو بنی اسرائیل کے لیے بطور مثال کے بنایا تھا۔'' (الزخرف ۵۷ تا ۵۹)

چند قرآنی وعظ و نصائح

خیر البریه: (۱) ''یقیناً وہ لوگ جو ایمان اور نیک اعمال کی راہ پر گامزن ہوئے ہیں وہی خیر البریّہ ہیں۔ ان کی جزا اُن کے

رب کے پاس ہمیشگی کی جنتیں ہیں جن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ ان کا خدا اُن سے راضی ہوا کہ وہ اس کی رضا کی راہوں پر چلے اور یہ اسی کے لیے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔'' (البینہ۔۸)

(۲) ''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ خدا نے اچھی بات کی مثال ایک پاکیزہ درخت سے دی ہے جس کی بنیاد پاتال میں ہوتی ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں اس کا خدا کے حکم سے ہر موسم میں پھل لگتا رہتا ہے۔'' (ابراہیم ۲۴)

شر البریّہ: (۱) ''یقیناً اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جنھوں نے انکار کی راہ اختیار کی وہ جہنم کی آگ کے سدا کے لیے سزا وار ہیں اور یہی لوگ شر البریّہ ہیں (البیّنہ ۸) (۲)...... ''غلط بات کی مثال خدا نے گندے درخت سے دی ہے جو زمین کے اُوپر سے ہی اُکھڑ جاتا ہے اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔'' (ابراہیم ۲۶)

فرعونوں کی فرعونیّت

''ہم نے موسیٰؑ کو کھلے دلائل دے کر اور براہین کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا مگر انہوں نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے جادوگر ہے۔ مگر جب وہ ہماری طرف سے دیئے گئے سچ کو لے کر کھڑا ہوا تو انہوں نے کہا کہ (اس کی جماعت کو) اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو سب کو قتل کردو اور ان کی عورتوں کو (اپنے بد مقاصد کے لیے) زندہ رکھو مگر انکار کرنے والوں کی سازشوں کو پھل نہ لگا...... اور فرعون نے کہا کہ مجھے موسیٰؑ کو قتل کرلینے دو اور اسے اپنے رب کو بُلا لینے دو۔ مجھے تو یہ خوف دامنگیر ہے کہ یہ تمہارا دین بدل دے گا یا ملک میں فساد کی راہ پیدا کرے گا۔'' (المومن ۲۳ تا ۲۶)

آوازۂ حق!

''اور فرعون کی قوم میں سے ایک شخص نے جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا کہا (تم پر حیف ہے) کیا تم ایسے شخص کو قتل کردینے کے درپے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور پھر اس کے پاس اپنے رب کے دئے ہوئے دلائل اور براہین بھی ہیں۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اُس پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو (انتظار کرو) جو وہ تمہیں وعید دیتا ہے وہ پوری ہوجائے گی خدا تو کبھی بھی جھوٹوں اور زیادتی کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیتا۔'' (المومن۔۲۸)

ہمیں کیا کرنا چاھیے؟ (۱) ابن آدم کی مثال

''اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے دست درازی کرے گا تو میں تو تجھ پر ہاتھ نہیں اُٹھاؤں گا مجھے تو رب العالمین کا خوف دامنگیر ہے۔''

(۲) صرف ایک راستہ

''اور ہمارے لیے اور کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے ہم اپنے خدا پر کامل بھروسہ رکھیں جب کہ اُس نے ہماری راہیں روشن رکھی ہیں۔ اور تم جو ہمارے لیے اذیت کے سامان پیدا کررہے ہو تو ہم اس پر سوائے صبر کرنے کے اور کیا کرسکتے ہیں اور متوکل لوگوں کو اپنے خدا پر ہی بھروسہ کرنا ہوتا ہے۔ مگر خدا کے پیغام کا انکار کرنے والوں (سرداروں) نے کہا ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تم واپس ہماری ملت میں (اکثریت میں) داخل ہوجاؤ۔'' (ابراہیم ۱۲، ۱۳)

حرف آخر

ایک محاورہ ہے کہ جو کسی کے لیے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔

''فاعتبروا یا اولی الابصار''

آنکھوں والو! آنکھیں بڑی نعمت ہیں۔ یہ عبرت کے نشانات دیکھنے کے لیے ہی دی گئی ہیں ذرا تاریخ آدمیت پر نظر ڈالیے۔ ہابیل قابیل کے واقعہ سے لے کر لبنان اور اسرائیل تک ہمیشہ ہی طاقتور نے کمزور پر اپنی قوت کے بل بوتے پر مظالم ڈھائے ہیں۔ نہ معلوم اس ابنِ آدم کا ضمیر کب جاگے گا جو اس کو ملامت کرے گا کہ اے اولاد آدم ہر انسان کا اپنے ماحول میں اپنی مرضی سے شرافت کی زندگی گزارنا اس کا پیدائشی حق ہے۔ جب تک کوئی دوسرا شخص دوسرے پر ہتھیار نہ اُٹھائے اس کو جینے دینا ہی انسانیت ہے۔

☆☆☆

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے ☆ پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

ڈاکٹر نظیر اسلام صاحب

انّ ھٰذا القرآن یھدی للّتی ھی اقوم ویبشّر المؤمنین الّذین یعملون الصّالحات ان لھم اجراً کبیراً.

یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو زیادہ مضبوط ہے اور ان مومنوں کو خوشخبری دیتا ہے جو اچھے کام کرتے ہیں کہ ان کے لیے بڑا اجر ہے۔(بنی اسرائیل آیت ۹)

علاوہ ازیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پہلے صحیفوں میں بھی یہی اصول بیان فرمایا ہے۔

''ولقد کتبنا فی الزّبور من بعد الذّکر انّ الارض یرثھا عبادیَ الصالحون. انّ فی ھٰذا بلاغاً لقومٍ عابدین.'' اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔ یقیناً اس میں عبادت کرنے والے لوگوں کے لیے پیغام ہے۔'' زبور۔۳۷۔۲۹ میں ہے صادق زمین کے وارث ہوں گے۔''

لیکن کس قدر بد قسمتی کا مقام ہے کہ جو قوم اللہ تعالیٰ کے ایسے واضح احکام کے باوجود جان بوجھ کر اپنی آنکھیں اور کان بند کر دیتی ہے اور قرآن پاک جو مسلمانوں کے لیے ایک ضابطۂ حیات ہے اس سے لاپرواہی برتتے ہیں۔ اور اللہ کی ناراضگی کو ایک دعوت دیتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک نہایت دردمند دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور رونا رویا۔ وقال الرسول یارب انّ قومی اتخذ وا ھٰذا القرآن مھجوراً'' (اور رسول نے کہا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز کی طرح قرار دیا) اب ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیں اور اپنے ضمیر کو جواب دیں کہ آیا اس رسول کی فریاد جو خود رحیم وکریم اور رؤف اور رحمۃ للعالمین ہے اللہ تعالیٰ کو کس قدر عجیب وغریب معلوم ہوتی ہوگی کیونکہ اس کا یہ عظیم الشان نبی انسانوں کے غم میں اپنے آپ کو رو رو کر ہلاک کر رہا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کا اس قدر خیال ہے کہ وہ اسے خود تسلی دیتا ہے کہ آپ اس غم میں اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اور نیک عمل نہیں کرتے چنانچہ حکم ہوا۔ لعلّک باخعٌ نفسک الاّ یکونوا مؤمنین (الشعراء آیت ۳) شاید کہ آپ اپنے آپ کو اس غم میں ہلاک کر دیں گے یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

۱۔ لقد جائکم رسول منکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم

۲۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ ''فلا تخشوا النّاس واخشون .....(المائدہ:۴۴)'' لوگوں سے مت ڈرو مجھ سے ڈرو۔''

۳۔ ان الّذین قالوا ربّنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملآئکۃ الاّ تخافوا ولا تحزنوا والبشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیآئکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الأخرۃ..نزلاً من غفورٍ رحیم،

(حم السجدۃ آیت ۳۰، ۳۱، ۳۲)

ترجمہ: وہ لوگ جو کہتے ہیں اللہ ہمارا رب ہے پھر سیدھی راہ پر لگے رہتے ہیں۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی خوشخبری لو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا

تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے ولی ہیں۔ اور تمہارے لیے اس میں (وہ سب کچھ) ہے جسے تمہارے دل چاہیں اور تمہارے لیے اس میں (وہ سب کچھ) ہے جو مانگو، یہ مہمانی بخشنے والے رحم کرنے والے (اللہ کی طرف سے ہے)

۴۔ والّذین جاھدوا فینا لنھد ینّھم سبلنا. وان اللّٰہ لمع المحسنین، ''اور جولوگ ہمارے لیے جہاد کرتے ہیں ہم یقیناً انہیں اپنے راستوں پر چلائیں گے۔

۵۔ انا لننصر رُسلنا والذین امنوا فی الحیوٰۃ الد نیا و یوم یقوم الاشھاد ''یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور اُن کی جو ایمان لائے دُنیا کی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے،(سورۃ المومن۔آیت ۵۱)

۶. ولقد سبقت کلمتنا لعباد ناالمرسلین انھم لھم المنصورون. وان جُند نالھم الغالبون (الصّافات ۱۷۱،۱۷۲،۱۷۲،۱۷۳)

''اور ہمارا حکم ہمارے بندوں کے لیے پہلے سے ہو چکا ہے کہ وہ ضرور نصرت دیئے جائیں گے اور ہمارا لشکر یقیناً غالب رہے گا۔''

بطور یاد دہانی بتایا۔ لقد نصر کم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃٍ.''

اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں ایک اور حقیقت بھی بتائی کہ اگر اللہ تعالیٰ کا منشا نہ ہو تو کوئی بھی کسی کی مدد نہیں کرسکتا جیسے فرمایا: لا یستطیعون نصر کم (الاعراف ۱۹۷) اور لا یستطیعون نصر ھم (یٰسین ۷۵) امن ھذا الذی ھو جند لکم ینصر کم من دون الرحمان (سورہ ملک ۲۰) ان ینصر کم اللّٰہ فلا غالب لکم (آل عمران۔۱۶۰)

یہ چند آیات بطور نمونہ اور یاد دہانی کے پیش کی ہیں ورنہ حقیقت تو یہ ہے لاَ غالب الا اللّٰہ اور یہی مومن کا ایمان اور یقین ہے۔ مومن کا تو حتمی ایمان اور کامل یقین ہے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔ یہی وہ مضبوط حبل اللہ ہے جس کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم ہے اور مسلمانوں کی سیاست اور عبادت کی بنیاد صرف اس حکم پر ہے۔

''قل اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشآء و تنزع الملک ممن تشآء و تعزُّمن تشآء و تذلّ من تشآء بیدک الخیر انّک علیٰ کلّ شیءٍ قدیر. (آل عمران ۲۶)

جب اس حقیقت پر ایمان اور عمل پختہ ہو جائے تو پھر مسلمان کا عمل ایک تقدیر الٰہی کا روپ دھار لیتا ہے۔ اور ایسے عمل کے لیے فرمایا گیا ہے۔ ومارمیت اذرمیت ولکن اللّٰہ رمی اور ایسے ہی عقیدہ کا اظہار علامہ اقبال مرحوم نے کیا ہے۔

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

بات یہاں تک ہی ختم نہیں ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ کا کلام سچا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے برحق ہیں۔ لیکن ضرورت ایمان، یقین اور عمل کی ہے۔ اگر کسی طبیب یا ڈاکٹر نے ایک نسخہ تجویز کیا ہو اور بیمار کو تاکید کی ہو کہ اس کو پورے اعتماد اور احتیاط کے ساتھ استعمال کرے اور اگر ایسا نہیں کیا جاتا اور طبیب کی بات کی پرواہ نہیں کی جاتی تو یقیناً وہ بیماری ہلاکت کا موجب بن سکتی ہے۔

اسی طرح روحانی اور دینی بیماری کا حال ہے اس کا علاج کرنے والا قطعاً خطا نہیں کرتا۔ لیکن اگر روحانی بیمار اِن ہدایات پر عمل نہیں کرتا تو حالت وہی ہوگی جو آج کل کے مسلمانوں کی ہے۔

یہاں ہم دو ایک مثالیں دیتے ہیں اور پھر نتیجہ آپ پر چھوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ایک وعدہ فرمایا تھا کہ ''انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین'' تم ہی دُنیا پر غالب رہو گے اگر تم مومن رہے تو، ہم سب جانتے ہیں کہ یہ خوشخبری شرطیہ ہے مومن ہونا لازمی شرط ہے اگر یہ شرط پوری رہی تو واقعی کامیابی اور کامرانی اور دنیا پر غلبہ ہمارا ہے۔ حضرت علامہ مرحوم کا مشہور شعر اسی آیہ کریمہ کی تفسیر ہے۔

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

جہاں تمام ہے میراثِ مرد مومن کی
میرے کلام پہ حجت ہے نکتۂ لولاک

مگر جس بے دردی اور غفلت سے ہم نے قرآن پاک کے احکام کو پسِ پُشت ڈالا ہے اس کی مثال تو سوائے یہود اور نصاریٰ کے کہیں نہیں ملتی اِس لیے ہمارا حشر بھی وہی ہو گیا ہے جو ان قوموں کا ہوا۔ کچھ ہم میں سے مغضوب علیہم بن گئے۔ اور کچھ نے اپنی خود غرضی اور دُنیاوی اغراض کے لیے فرضی عقائد تراش لئے اور اپنا صراطِ مستقیم گم کر بیٹھے۔

میں اپنے مفروضے کو مکمل کرنے سے پہلے ایک قرآنی اور تاریخی شہادت پیش کرنا چاہتا ہوں تا کہ یہ ثابت ہو سکے کہ مدد حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی آتی ہے اور اگر اس کی اجازت نہ ہو تو کوئی مدد کارگر نہیں ہو سکتی۔ ملاحظہ ہو فرمانِ الٰہی ہے۔

ان ینصر کم الله فلا غالب لكم وان يخذ لكم فمن ذاالّذى ينصر كم من بعده وعلى الله فليتو كلّ المؤمنون. (آل عمران ۱۶۰)

ترجمہ: اگر اللہ تمہاری مدد کرتا رہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے۔''

اس حقیقت کے بعد آپ کی توجہ جنگ بدر کے تاریخی واقعہ کی طرف مبذول کراتا ہوں۔ اس واقعہ کا ذکر کرنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور اس کے رسول نے مدد مانگنے کا نمونہ دکھایا اور مسلمانوں نے اپنے توکل کا زبردست مظاہرہ کیا۔ پس ولكم فى رسول الله اسوةٌ حسنة. اس سے بڑھ کر آپ کس چیز کے منتظر ہیں۔ اب قرآنی آیات کو غور سے پڑھیں اور سوچیں اور خود فیصلہ کریں کہ ہمارا کردار اور عملِ اُن مسلمانوں سے کس قدر مختلف ہے وہی خدا وہی رسول اور وہی قرآن مگر اُن کے اور ہمارے درمیان کس قدر تفاوت ہے۔ فتدبروا!

ولقد نصر كم الله ببدر وانتم اذلّة. فا تقو الله لعلكم تشكرون. اذا تقول للمومنين الن يكفيكم ان يمدّ كم ربّكم بثلا ثة الافٍ من الملا ئكة منزلين بلىٰ. ان تصبروا و تتّقوا ويا تو كم من فورهم هٰذا يمدد كم ربّكم بخمسة الافٍ من الملائكة مسوّمين وماجعله الله الاّ بُشرىٰ لكم ولِتطمئنَّ قلوبكم به. وما النصرُ الاّ من عندالله العزيز الحكيم. (سورۃ آلِ عمران ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵)

ترجمہ: اور یقیناً اللہ نے تم کو بدر میں مدد دی جب تم تھوڑے تھے پس اللہ کا تقویٰ کرو تا کہ تم شکر گزار بنو۔ جب تو مومنوں کو کہتا تھا کہ کیا یہ تمہارے لیے کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار اُتارے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد کرے۔ ہاں اگر تم صبر کرو اور تقویٰ کرو اور وہ اپنے پورے جوش میں تم پر حملہ کریں۔ تمہارا رب پانچ ہزار (دشمن) کو تباہ کرنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔''

آپ خود انصاف کیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے صریح احکام کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ تعجب کا مقام ہے ایک دفعہ مصر کے سابق صدر جناب سادات نے کھلے طور پر اعلان کیا تھا کہ دین اور سیاست دو مختلف تصورات ہیں۔ اس پر علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اور سادات صاحب نے صریح طور پر قرآن شریف کی مندرجہ آیات کی خلاف ورزی کی اور یہود جیسے دشمن دین اسلام کے ساتھ دوستی کی اور تمام مسلمانوں کے مفاد کو پسِ پشت ڈال کر کس قدر ظلم کیا۔ ملاحظہ ہو فرمانِ الٰہی۔

يٰايها الّذين امنوا لا تتخذوا اليهو دو النصارىٰ اولياء بعضهم اولياء بعضٍ ومن يتولّهم منكم فانّه منهم. انّ الله لا يهدى القوم الظّالمين، فترى الّذين فى قلوبهم مرضٌ يُسارعون فيهم يقولون نخشىٰ ان تصيبنا دآئرةٌ فعسىٰ الله ان يأتى بالفتح اوا مرٍ من عنده

فیصبحو اعلیٰ ما اسرّ وافی انفسھم نٰدِمین."

(المائدہ ۵۱-۵۲)

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہودیوں اور عیسائیوں کو ولی مت بناؤ۔ وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں اور جو کوئی تم میں سے ان کو اپنا ولی بناتا ہے بلاشبہ وہ انہی میں سے ہے۔ یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ پس جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اُن کو دیکھے گا کہ ان کی (دوستی) کے لیے جلدی کرتے ہیں کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش نہ آ جائے۔''

اللہ کس قدر رحیم و کریم ہے کہ وہ قدم قدم پر مسلمانوں کی رہنمائی فرماتا ہے۔ اور انہیں ہر ممکن خطرے سے آگاہ کرتا ہے۔ مسلمانوں کو ان کے دوست اور دشمن کی نشاندہی کرتا ہے۔ مگر مسلمان اپنی بدقسمتی کے سبب خود بخود مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

ترجمہ: اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے دوستی کرنے سے روکتا ہے جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے لڑائی کی۔ اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں دوسروں کی مدد کی جوان سے دوستی کرتے ہیں تو وہی ظالم ہیں۔'' (سورہ الممتحنہ: آیت ۹)

یہاں بہتر ہوگا کہ ایک شُبہ دور کر دیا جائے۔ بعض لوگوں کا خیال ہوگا کہ خواہ مخواہ لڑائی اور بدامنی پیدا کرنا اچھا نہیں۔ یہ تو سیاست کے خلاف بات ہے لیکن ایسا نہیں ہے اسلام کی سیاست کھلی اور صاف سیاست ہے۔

یہ احکام اس قدر واضح اور صاف ہیں کہ ان کی موجودگی میں کسی دھوکے اور غلطی کا احتمال نہیں ہوسکتا۔ لیکن ایسے احکام کے باوجود مُسلمان اپنی بے یقینی کے باعث مصیبت کا شکار ہیں۔ تو اس میں قصور اُن کا اپنا ہے۔ حضرت علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا۔

اے مُسلماں اپنے دل سے پوچھ مُلّا سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم

ڈاکٹر اقبالؒ کے بعض اشعار مسلمان قوم کے لیے پیشگوئی کا کام دیتے ہیں ۔

سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم جوار اپنا
ستارے جن کے نشیمن سے ہیں زیادہ قریب

دل ہے مسلماں میرا نہ تیرا
تو بھی نمازی میں بھی نمازی

تیرے ضمیر پہ نہ ہو جب تک نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

☆☆☆

ہمارے دو کام

از حضرت مولانا محمد علیؒ

ہماری جماعت کے سامنے دو کام ہیں ایک کام ہے مسلمانوں کو اخلاقی رنگ میں درست کرنا اور ان کو قرآن کا عامل بنانا جیسے حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ہے۔۔

چو دورِ خسروی آغاز کردند + مسلماں را مسلماں باز کردند

یہ تو خدا نے آپ کے سامنے ایک کام رکھا ہے وہ مسلمان ہیں لیکن ان کو صحیح معنوں میں مسلمان کرنے کی ضرورت ہے۔ دوسرا کام ہے غیر مسلموں میں قرآن کو پہنچانا۔ ان کو محمد رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کا گرویدہ بنانا۔

یہ دو کام آپ کے سامنے ہیں۔ لیکن میں آپ کو صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ صرف لفظوں سے آپ ان کاموں کو نہیں کرسکتے، صرف لیکچروں سے سرانجام نہیں دے سکتے، صرف تصنیف و تالیف سے نہیں کرسکتے، صرف تعلیم و تدریس سے نہیں کرسکتے۔ بلکہ ہمارے اندر رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کا نمونہ نظر آنا چاہئے۔ وہ جماعت جو مسلمانوں کو مسلمان بنائے یا غیر مسلموں کو اسلام پہنچانے کے لئے کھڑی ہوتی ہے اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ ان دونوں کاموں کو نہیں کرسکتی، اگر محمد رسول اللہ ﷺ کا نمونہ ان کے اندر پیدا نہیں ہوتا۔ فرداً فرداً ایسے نمونے اب بھی ہوں گے۔ احمدیوں میں بھی ہوں گے، غیر احمدیوں میں بھی ہوں گے۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک جماعت اس رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔

زکوٰۃ.....اور.....انکم ٹیکس

ممتاز احمد فاروقی

مذہب اسلام نے خیرات۔صدقات،اور انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ کے شروع میں بھی جہاں متقیوں کی نشانیاں بتائی ہیں وہاں ان کے ایمان بالغیب اور نمازوں کے قائم کرنے کے ساتھ ومما رزقنٰھم ینفقون کہا ہے کہ جو ہم رزق ان کو دیتے ہیں اس میں سے خیرات کرتے ہیں۔ خیرات اور صدقات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو شریعت نے مقرر کردیئے اور جن کا ایک مسلمان پابند ہے جیسے زکوٰۃ۔ اور دوسرے وہ صدقات ہیں جو کہ وہ اپنی مرضی سے حسب توفیق اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی پانچ ارکان اسلام میں سے ایک ہے۔ چنانچہ حکم ہوتا ہے۔واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ ط وما تقدّموا لا نفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ. ان اللہ بما تعملون بصیر. اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور تو جو بھلائی اپنے لیے آگے بھیجو گے اُسے اللہ کے پاس پاؤ گے۔ بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔

لفظ **زکوٰۃ۔ زکا** سے مشتق ہے اور کھیتی میں نمو آنے یا اُس کے بڑھنے پر یہ لفظ بولا جاتا ہے اسی سے زکوٰۃ ہے۔ اور یہ وہ مال ہے جو فقراء کو دیا جاتا ہے۔ اور اسے زکوٰۃ اس لیے کہا گیا ہے کہ حقیقۃً اس سے برکت ہوتی ہے یعنی مال بڑھتا ہے یا اس وجہ سے کہ نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔

زکوٰۃ کا مصرف

انما الصّدقٰت للفقرآء والمسٰکین والعٰملین علیھا والمؤلّفۃ قلوبھم وفی الرّقاب و الغارمین وفی سبیل اللہ و ابن السبیل. فریضۃً من اللہ واللہ علیم حکیم.

''صدقات (زکوٰۃ) صرف ناداروں کے لیے ہیں اور مسکینوں (کے لیے) اور کارکنوں (کے لیے) جو ان (صدقات) پر مقرر ہیں اور اُن کے لیے جن کی تالیف قلوب ضروری ہے اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرضداروں (کے لیے) اور اللہ کی راہ میں (خرچ کرنے کے لیے) اور مسافر (کے لیے) یہ اللہ کی طرف سے ضروری ٹھہرایا گیا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول قائم کیا تھا کہ زکوٰۃ جو واجب الادا ہے اس کا کم از کم دو تہائی۔ بیت المال میں جمع کروایا جاتا تھا۔ البتہ تہائی حصہ دینے والے کے پاس چھوڑا جاسکتا ہے، تاکہ وہ اپنی مرضی سے اپنے پڑوس میں مناسب طریق سے خرچ کرسکے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خلافت سنبھالی تو عرب کے بعض قبائل نے بیت المال میں زکوٰۃ کا حصہ بھیجنے سے انکار کردیا۔ اگرچہ اُنہوں نے زکوٰۃ کو اپنی مرضی سے صرف کرنے سے انحراف نہ کیا تھا۔ مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلعم کے تعمّل کے ماتحت وہ مال وصول کرنے کے لیے جنگ کی اور ان قبائل کو مطیع و فرمانبردار بنایا۔ دوسرے لفظوں میں ہر کس و ناکس کو زکوٰۃ کا مال اپنی مرضی سے جہاں چاہے خرچ کر دینا صحیح نہیں۔ بلکہ دو تہائی حصّہ قومی بیت المال میں بھیجنا ضروری ہے۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) اس کو وصول کرکے زکوٰۃ کے جائز آٹھ مصرفوں پر خرچ کرسکتی ہے۔

زکوٰۃ کا مصرف نادار، محتاج اور مساکین، قیدیوں اور

غلاموں کے آزاد کروانے یا نادار قرضداروں کے قرض اُتارنے، اور غریب مسافروں کی مدد اور آرام، اور ان نو مسلموں کی تالیف قلب کے لیے جو کہ مسلمان ہو جانے کی وجہ سے گھر سے بے گھر اور بے روزگار ہو گئے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر فی سبیل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے لیے خرچ کرے۔

زکوٰۃ کی غرض

اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو اپنی روزی کمانے اور دولت اکٹھا کرنے سے منع نہیں کیا۔ جب اس جمع شدہ دولت پر ۱۲ مہینے یا ایک سال گزر جائے۔ دوسرے لفظوں میں یہ روپیہ تجارت میں نہیں لگا ہو۔ بلکہ خزانے کے رنگ میں بینک میں جمع ہو اس لیے اس میں سے غرباء کا حق نکالنا ضروری ہے۔ بشرطیکہ چاندی (یا چاندی کے زیورات چاہے وہ استعمال میں آتے ہوں) ساڑھے ۵۲ (یا تقریباً ۲۱ اونس) +یا سونا (یا سونے کے زیوارت چاہے وہ استعمال میں آتے ہوں) ساڑھے سات تولہ (یا تقریباً تین اونس) وزنی ہوں۔ اگر بنک میں روپوں یا نوٹوں کی شکل میں ہوں اور اس مالیت کے ہوں۔ بہرحال اُن میں سے ڈھائی فی صدی یا چالیسواں حصہ نکال کر زکوٰۃ دیا جانا ضروری ہے۔

تجارت کا جو مال ہے اُس سے جو نفع سالانہ وصول ہو اُس نفع پر حساب سے زکوٰۃ دینی ہوگی۔

اسی طرح جائداد کا جو سالانہ کرایہ آتا ہے اُس میں سے ضروری مرمت وغیرہ کے اخراجات اور جو نوکروں کی تنخواہ ہیں دینی ہوں۔ وہ نکال کر باقی خالص نفع یا آمد پر زکوٰۃ لگانی ہوگی۔ ہیرے اور جواہرات پر زکوٰۃ نہیں لگتی۔

اِنکم ٹیکس

ایک مفروضہ سالانہ ٹیکس ہوتا ہے جو کہ ہر گورنمنٹ یا فنانس منسٹر اپنی مرضی سے یا ضروریات اور حالات کے تحت کم و بیش ایک خودساختہ شرح کے مطابق لگاتا ہے۔ یہ سالانہ آمدنی پر ہوتا ہے جو کہ تنخواہ، مکان کے کرائے، زمین کی آمد، بنک کے سُود اور تجارت کے نفع وغیرہ غرض کہ کسی طریق سے بھی حاصل کی گئی ہو۔ پھر اس رقم کو لے کر گورنمنٹ جو چاہے کرے۔ چاہے وہ کشمیر جیسے ملک پر غاصبانہ قبضہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ ضمانت کوئی نہیں کہ اس کا جائز اور رفاہ عام کے کاموں پر اور غرباء کی امداد پر خرچ ہوگا۔

اس کے بالمقابل زکوٰۃ سالانہ آمدنی پر نہیں لگائی جاتی۔ بلکہ تمام اخراجات نکال کر۔ جو فالتو روپیہ بچ جائے اور اس پر بھی پورا سال گزر جائے۔ تب اس پر ایک خالص مقرر کردہ شرح سے زکوٰۃ لگے گی۔ اور پھر اس میں سے صرف تہائی حصہ بیت المال میں جائے گا یا زیادہ سے زیادہ چوتھائی حصہ، اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ آٹھ مدات پر لگ سکتا ہے۔ اور حکومت کے اخراجات چلانے کو دیگر ٹیکس لگائے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ ہر گورنمنٹ کرتی ہے۔ سو بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ چونکہ گورنمنٹ انکم ٹیکس لیتی ہے اس لیے زکوٰۃ دینے یا نکالنے کی ضرورت نہیں۔ ایک سخت غلط فہمی ہے۔

دونوں چیزوں کے طور طریقے، اغراض اور مقاصد بالکل جُدا جُدا ہیں۔

انکم ٹیکس کی آمدنی گورنمنٹ مسلموں اور غیر مسلموں دونوں پر لگاتی ہے۔ زکوٰۃ ایک خالص مذہبی اور اسلامی پہلو لیے ہوئے ہے۔

یہ یاد رکھیں کہ زکوٰۃ کی ریسا ریسی دیگر غیر اسلامی ملکوں میں کمیونٹی چسٹ ......(Community) اولڈ ایج پنشن۔ یعنی غرباء کی مدد کے لیے چیزیں اکٹھی کرنے اور بڑھاپے کی پنشن وغیرہ رائج کی گئی ہیں۔ مگر وہ زکوٰۃ کی خوبیوں کو نہیں پہنچتیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ امراء اور دولت مند لوگوں کے پاس فالتو دولت میں سے ایک حصہ برابر نکال کر غرباء کی مدد کے لیے ہر سال (ماہ رجب میں) دیا جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اشتراکیت اور کمیونزم کی کیا توڑ ہوسکتا ہے۔

بعض مسلمان چالاکیوں سے اور اپنے نفس کو دھوکہ دے کر زکوٰۃ سے بچنا چاہتے ہیں۔ مگر ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ اور اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ اس لیے انہیں خوف خدا سے کام لینا چاہیے۔

☆☆☆

قسط نمبر ۸

حضرت مسیح علیہ السلام صلیب سے کشمیر تک

ناصر احمد، لندن

گذشتہ سے پیوستہ

آیئے دیکھیں کہ اس سلسلے میں عیسیٰؑ کی ہندی انجیل (صحیفہ یوز آسف) کہاں تک ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ اس صحیفے کے آخر میں اس کے عربی مترجم نے آج سے تقریباً تیرہ سو سال قبل ایک نوٹ لکھا تھا جسے اس صحیفے کا خلاصہ کہنا چاہئے، وہ لکھتا ہے کہ

اہل ہند کے عقیدے کے مطابق یوز آسف خدا کے رسولوں میں سے ایک رسول تھا جو اگلے زمانوں میں ہو گذرے ہیں، وہ ہندوستان میں قریہ قریہ پھرا تھا اور جس شہر میں پہنچتا تھا وہاں کے رہنے والے اس پر ایمان لاتے اور اس کے علم سے نفع اٹھاتے تھے۔ اسی طرح پھرتا ہوا وہ کشمیر پہنچا جو اس کے سفر کا منتہیٰ ثابت ہوا۔ اس لیے کہ موت نے یہاں سے اسے آگے نہ بڑھنے دیا۔ جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے ایک شاگرد کو جس کا نام ابابیل (یا ابابد) تھا اور جس نے اس کی بڑی خدمت کی تھی اور سب امور میں کامل تھا، یہ وصیت کی کہ میں نے لوگوں کو تعلیم دی، خدا سے ڈرایا، ''بیعہ'' کی خوب نگہداشت کی...... اور ایمان والوں کی جماعت کو جو منتشر تھی مجتمع کیا اور انہی کے لیے میں بھیجا گیا تھا''۔ (کتاب یوز آسف ص ۲۵۹ و ۲۶۰)

اس صحیفے کے تشریحی نوٹ کی رو سے یوز آسف فرماتے ہیں کہ میں نے ایمان والوں کی جماعت کو جو منتشر حالت میں تھی، مجتمع کیا اور میں انہی کے لیے (یعنی انہی کی طرف) بھیجا گیا تھا۔ اس تشریح نے ثابت کر دیا کہ یوز آسف، حضرت عیسیٰؑ کا نام ہے، کیونکہ تاریخ انبیاء میں حضرت مسیح ہی وہ واحد پیغمبر ہیں جن کے بارے میں انجیل اور قرآن دونوں کہتے ہیں کہ انہیں بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا، جو دور دور کے ملکوں میں منتشر تھے یہاں بھی جس پیغمبر کا ذکر کیا گیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے منتشر لوگوں (بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں) کو مجتمع کیا یعنی انہیں تلاش کر کے ایک دین پر جمع کیا، پھر کہتا ہے کہ میں انہی کی طرف بھیجا گیا تھا۔ یہ خصوصیت سوائے حضرت عیسیٰؑ کے اور کس کی ہو سکتی ہے، اس کے بعد فرمایا کہ میں نے ''بیعہ'' کی خوب حفاظت کی اور اس میں چراغ روشن کئے۔ ہر وہ شخص جس نے قرآن پڑھا ہے جانتا ہے کہ ''بیعہ'' کا لفظ عیسائیوں کے عبادت گاہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ (سورہ حج)۔ حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں کہ میں نے تمہارے لیے اللہ کا گھر (بیعہ) تعمیر کیا ہے اور اسے کفر کی ظلمت سے محفوظ رکھنے کے لیے اس میں ایمان کے چراغ روشن کئے ہیں یعنی اب تمہارا فرض ہے کہ ان چراغوں کو روشن رکھو اور اللہ کے گھر کو کفر و شرک کی ظلمتوں سے بچاتے رہو۔ یہ وصیت کر کے حضرت عیسیٰؑ نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ آپؑ کو سری نگر کے محلّہ خانیار میں جہاں آپؑ نے وفات پائی تھی، سپرد خاک کر دیا گیا جہاں آج بھی آپؑ کا مزار ''روضہ یوز آسف'' کے نام سے موجود ہے۔

مورخین کی شہادت

حضرت عیسیٰؑ کے کشمیر آنے اور وہیں وفات پا جانے کی شہادت صرف مسیح کی ہندی انجیل (صحیفہ یوز آسف) ہی نہیں دے رہی ہے بلکہ بعض اور بڑی معتبر شہادتیں موجود ہیں، مثال کے طور پر کشمیر کے ممتاز مؤرخ ملا نادری کی جو آج سے تقریباً چھ

سوسال قبل گذرے ہیں اور جن کی فارسی میں '' تاریخ کشمیر'' اس موضوع پر مستند ترین کتاب ہے وہ بھی یہی کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کشمیر آئے تھے اور آپؑ نے وہیں وفات پائی۔ ملا نادری کی یہ شہادت ہمیں مہیا بھی کون کر رہا ہے؟ ایک عیسائی مؤرخ مسٹر ہولگر کرسٹن، مسٹر کرسٹن اپنی کتاب "JESUS LIVED IN INDIA" کے صفحہ ۱۹۹ پر لکھتے ہیں کہ ملا نادری نے اپنی '' تاریخ کشمیر'' میں لکھا ہے کہ:

''میں نے ہندوؤں کی ایک کتاب میں (خود) پڑھا ہے کہ یہ نبی (یوز آسف) دراصل حضرت عیسیٰ روح اللہ تھے جنہوں نے (یوز آسف) کا نام اختیار کیا تھا۔ اصل حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، انہوں نے (یعنی حضرت عیسیٰؑ نے) بقیہ ساری زندگی وادی ہی میں گذار دی'' (یعنی یہیں فوت ہوئے)''۔

یہ شہادت تو ایک مسلمان مؤرخ کی تھی جو آج سے چھ سوسال قبل گذرا ہے اب ایک اور اس سے بھی زیادہ قدیم بلکہ قدیم ترین شہادت، یہ شہادت سنسکرت زبان کے ایک فاضل مؤرخ کی ہے جو قبل از اسلام گذرا ہے اس کی کتاب کا نام '' بھوشیا مہا پران'' ہے، جس کا حوالہ مشہور عیسائی مؤرخ رابرٹ گریوز نے اپنی کتاب "Jesus in Rome" میں دیا ہے۔ یہ ہندو مؤرخ لکھتا ہے کہ:

''ایک روز ساکا (قوم) کا سردار (راجہ) ''سالواہن'' کوہ ہمالہ کی بلند چوٹیوں کی طرف گیا جب وہ ''ہن'' قوم کی سرزمین پر پہنچا جسے ''کشان'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے تو اس طاقتور بادشاہ (سالواہن) نے ایک پاکباز شخص کو دیکھا جو سفید رنگ کا تھا اور سفید ہی لباس میں ملبوس تھا بادشاہ (سالواہن) نے اس سے دریافت کیا کہ ''تم کون ہو'' اس بزرگ نے جواب دیا کہ میں خدا کے بیٹے کے نام سے معروف ہوں، جو ایک کنواری کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ میں ملچھ (غیر ہندوؤں) میں تبلیغ کرتا ہوں۔ اور سچائی پر ثابت قدم ہوں، بادشاہ سالواہن نے اس سے مزید دریافت کیا کہ تمہارے مذہب کے اصول کیا ہیں؟ اس بزرگ نے جواب دیا کہ اے عظیم بادشاہ! جب سچائی کا خاتمہ ہو گیا۔ اور غیر ہندوؤں (یعنی بنی اسرائیل) میں اخلاقی قدریں دم توڑ گئیں تو ان برائیوں کے تدارک کے لیے میں مسیحا بن کر آیا۔''

یہ بہت غور کا مقام ہے، حضرت عیسیٰؑ کا یہ بیان سنسکرت کی ایک قدیم کتاب میں درج ہے۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کشمیر نہیں گئے اور وہاں کے حکمران سے آپؑ کی گفتگو نہیں ہوئی تو صدیوں پرانے ایک غیر عیسائی مؤرخ کو یہ واقعہ اپنی کتاب میں درج کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو اس وقت کی بات ہے جب اسلام بھی ابھی دنیا میں نہیں آیا تھا۔ اور نہ عیسائیت کو غلبہ حاصل ہوا تھا پھر سنسکرت زبان کے اس قدیم مؤرخ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ دنیا میں ایک شخص ایسا بھی گذرا ہے جو کنواری کے بطن سے پیدا ہوا تھا ایک غیر ملک سے کشمیر آیا تھا خود کو مسیح یا مسیحا کہتا تھا اور دعویٰ کرتا تھا کہ وہ راستی کا مبلغ ہے، اس سے پوری طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ واقعہ صلیب کے بعد ہندوستان تشریف لائے تھے اور کشمیر آپؑ کی آخری منزل تھی۔

قرآن کریم اور وفات عیسیٰؑ

یہ تو وہ شہادتیں ہیں جو ہمیں تاریخ مہیا کرتی ہے، آیئے اب دیکھیں کہ خود قرآن حکیم حضرت عیسیٰؑ کی حیات و وفات کے بارے میں کیا فرماتا ہے؟ آیا وہ ابھی تک آسمان پر تشریف فرما ہیں یا فوت ہو چکے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

اذ قال یٰعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ الخ
(آل عمران ۵۵)

یعنی (یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف بلند کرنے والا ہوں۔

اس ارشاد الٰہی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو مخاطب

کرتے ہوئے نہایت وضاحت سے فرمادیا کہ'' اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا۔ اس کے بعد تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا'' یعنی اپنے حضور میں تجھے بلند درجے پر فائز کروں گا۔ گویا پہلے حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا واقعہ پیش آئے گا، اس کے بعد ان کے درجات ارفع واعلیٰ ہوں گے۔ اگر یہ عقیدہ اختیار کرلیا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ پہلے آسمان پر جائیں گے یا جاچکے ہیں اس کے بعد آپؑ کی وفات ہوگی تو یہ عقیدہ ترتیب قرآن کریم کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کریم تو یہ فرماتا ہے کہ (۱) یاعیسیٰ انی متوفیک (۲) ورافعک الی۔ اس میں دو وعدے ہیں اور دونوں ترتیب وار بیان کئے گئے ہیں۔

پہلا وعدہ یہ ہے کہ میں تجھے وفات دوں گا۔ دوسرا وعدہ یہ ہے کہ پھر اپنے حضور میں بلند درجات عطا کروں گا۔ لیکن اگر یہ عقیدہ اختیار کیا جائے کہ پہلے حضرت عیسیٰؑ آسمان پر جائیں گے پھر واپس آکر فوت ہوں گے تو یہ قرآن کریم کی ترتیب کو بدل دینے والا عقیدہ ہے۔ جو گناہ کبیرہ ہے۔

اب قرآن حکیم کا ایک اور ارشاد جس نے ہمیشہ کے لیے فیصلہ کردیا کہ حضرت عیسیٰؑ اور آپؑ کی والدہ ماجدہ دونوں فوت ہوگئے۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ:

ترجمہ: اور وہ جنہیں یہ اللہ کے سوائے پکارتے ہیں (جن کی پرستش کی جاتی ہے) وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتے۔ (بلکہ) وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ (یعنی اپنی پیدائش کے محتاج ہیں) ان پر موت آچکی ہے وہ مردے ہیں زندے نہیں، اور وہ (تو یہ بھی) نہیں جانتے کہ کب (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔

(سورہ النحل: آیت ۲۰۔۲۱)

اس آیت کریمہ نے ہمیشہ کے لیے فیصلہ کردیا کہ جن لوگوں کو زمین یا آسمان پر زندہ تسلیم کیا جاتا تھا وہ سب فوت ہوچکے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں پانچ بنیادی نکات ہیں۔

۱۔ کچھ ایسی ہستیاں بھی ہیں جنہیں اللہ کے سوا معبود بنالیا گیا ہے۔

۲۔ وہ کسی چیز کے خالق نہیں۔

۳۔ بلکہ وہ تو خود مخلوق ہیں انہیں تو پیدا کیا گیا ہے۔

۴۔ وہ سب فوت ہوچکی ہیں اور اب ان کا جسمانی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔

۵۔ ان کی بے خبری کا تو یہ عالم ہے کہ انہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ انہیں دوبارہ کب زندہ کیا جائے گا یعنی یوم حشر کب ہوگا۔

ان نکات میں ایسی تمام شخصیات کا احاطہ کرلیا گیا ہے جن میں کسی بھی خدائی صفت کا ذرا بھی کوئی شائبہ موجود ہوسکتا ہے۔ حضرت ادریسؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت مریمؑ، اور حضرت عیسیٰؑ یہ سب وہ لوگ ہیں جن سے کسی نہ کسی رنگ میں خدائی صفات منسوب کردی گئیں اور ان میں سے بعض کو تو کھلم کھلا معبود بنالیا گیا۔ اس آیت مبارکہ میں ان کی خدائی کے انکار کے حق میں یہ دلیل دی گئی کہ وہ کسی چیز کے خالق نہیں، وہ تو گھاس کا ایک تنکا اور مکھی یا مچھر کا ایک پر پیدا نہیں کرسکتے۔ وہ خدا کیسے ہوسکتے ہیں، دوسرا نکتہ یہ بیان کیا گیا کہ وہ تو سب مخلوق ہیں یہ ان کی عاجزی کی دلیل ہے، تیسرے نکتہ میں صاف الفاظ میں اعلان کردیا گیا کہ ''اموات غیر احیاء'' یعنی یہ سب مرچکے ہیں اور ان کا جسمانی زندگی سے اب کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ آخری نکتہ میں ان کی جسمانی موت کی یہ دلیل دی گئی ہے کہ دنیا اور اس کے معاملات سے وہ بالکل بے خبر ہیں۔

پس ثابت ہوگیا کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ دونوں فوت ہوگئے ہیں کیونکہ ان دونوں کو خدا بنالیا گیا تھا، اور قرآن کریم نے فیصلہ کردیا کہ جن شخصیتوں کو خدا کے سوا معبود بنالیا گیا تھا وہ سب فوت ہوگئے۔

☆☆☆

احوال اُمّت ہم ایک ہیں مگر مسلک الگ لگ

سید علی صاحب

آیئے! اس زوال آمادہ ملّت کا مسلکی کرشمہ بھی ملاحظہ کر لیجئے جو اپنے اتحاد و اتفاق کی بنیاد پر کبھی سیسہ پلائی ہوئی دیوار تھی اور وقت کے قیصر و کسریٰ کے غرور کو خاک میں ملانے کی طاقت رکھتی تھی آج وہ مسلکی جھگڑوں میں الجھ کر اپنا مقام اپنی طاقت اور اپنا وزن کھوتی جا رہی ہے۔ مسلکوں، فرقوں اور طبقوں میں ریزہ ریزہ ہوتی جا رہی ہے۔ غور کیجئے کہ اس پر آشوب دور میں جب کہ دُنیا کی ساری قومیں مسلمانوں پر اس طرح ٹوٹ پڑی ہیں جس طرح بھوکے دستر خوان پر۔ ہر چہار سمت سے اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں کے خلاف ان کی بربادیوں کے منصوبے بنا رہی ہیں، قرآن کی بے حرمتی کی جا رہی ہے، نبی اکرمؐ کی شان میں گستاخیاں کی جا رہی ہیں، مسجدوں اور مدرسوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے اور پھوٹ ڈال کر مسلمانوں میں باہمی ٹکراؤ کی سازشیں ہو رہی ہیں لیکن مسلمان اپنے دشمنوں کی چال اور مختلف حربوں سے بے نیاز مسلکی جھگڑوں میں الجھے ہوئے ہیں جس سے ان کی طاقت چور چور ہو رہی ہے اور دشمنوں کی تمنا پوری ہو رہی ہے۔ مسلکی فتنہ انگیزی کا تازہ شرمناک واقعہ سلطان پور کے نواح کا ہے۔ خبر کے مطابق ایک مسلک کے امام صاحب نے ایک میّت کی نماز جنازہ پڑھا دی تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کے خلاف ایک فتویٰ فروش مولوی نے مسلکی اختلاف کی بنیاد پر فتویٰ دے دیا کہ تمام مقتدیوں پر ان کی بیویاں حرام ہو گئیں، ان کو دوبارہ نکاح پڑھنا ہوگا کیوں کہ جس مسلک کے امام نے نماز جنازہ پڑھائی اس کا عقیدہ معتبر نہیں وہ کافر ہے۔ سوچئے ایک کلمہ گو مسلمان اگر نماز پڑھ کر اور نماز پڑھا کر بھی کافر ہو سکتا ہے تو کجا ماند مسلمانی؟ اس من پسند خبر کو حسب روایت ٹی وی والوں نے خوب اچھالا، حضرت مفتی صاحب اسکرین پر آئے اور ساری دُنیا کو آگاہ کیا کہ مسلمانوں میں بہتر فرقے ہیں ان میں صرف ہمارے مسلک کو چھوڑ کر سب کافر ہیں!

ایک دوسری خبر راجستھان کے اودے پور سے آتی ہے۔ وہاں بوہرہ فرقہ کے دو گروہوں میں ایک مسجد میں امامت کے لیے فساد ہو گیا۔ میرا امام نہیں تو نماز نہیں ہوگی نہ پڑھیں گے نہ پڑھنے دیں گے۔ ماشاء اللہ اس 'ایمان و عقیدہ' کے مسئلہ پر جہاد شروع ہو گیا۔ جم کر مار پیٹ ہوئی، اینٹ پتھر چلے، کتنے ہی زخمی ہو گئے۔ صورت حال اتنی بگڑ گئی کہ پولس کو مداخلت کرنی پڑی اور اس علاقہ میں کرفیو نافذ کرنا پڑا۔ دو گروہوں کے تکرار میں رمضان جیسے مقدس مہینے میں بھی مسجد سونی ہو گئی۔ چند برس قبل رمضان میں ہی سلی گوڑی سے ۳۰ کلو میٹر دور بدھان نگر کی خبر ہے کہ وہاں نماز کی رکعت کی تعداد پر جھگڑا ہو گیا۔ یہ اپنی نوعیت کا دلچسپ جھگڑا ہے۔ دو گروہوں کے درمیان بحث اس بات پر چھڑ گئی کہ صبح کی نماز اور جمعہ کی نماز میں رکعت کی تعداد کتنی ہے؟ رمضان کا مہینہ نیکیوں کا مہینہ ہے اس مہینہ میں ہر نیکی کا بدلہ کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے اس لیے اس مہینہ میں ان دونوں گروہوں نے سمجھا کہ اسلام کے نام پر تعداد رکعت کے لیے خوں ریزی کا ثواب بھی کئی گنا بڑھ کر ملے گا۔

چنانچہ بحث اتنی بڑھی کہ نوبت مار پیٹ کی آ گئی اس مار پیٹ کی زد میں ایک بچہ کی موت ہو گئی، درجن بھر لوگ زخمی ہو گئے اور ۱۸ افراد گرفتار ہوئے۔ معلوم نہیں تعداد رکعت کا تعین ہو سکا کہ نہیں۔

سوچئے ۱۴۰۰ برس سے مسلمان قرآن وسنّت کی روشنی میں صبح اور جمعہ کی نماز پڑھتے آرہے ہیں اب تک تعداد رکعت کے تعلق سے بھی کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا، ''اب سلی گوڑی'' کے مسلمان چودہ سو برس کے بعد بھی نماز کی تعداد رکعت طے نہیں کرسکے، اس کے تعلق سے اب تحقیق اور ریسرچ ہورہا ہے۔ ایسے جہلاء سے کیا سائنس و ٹیکنالوجی کی تحقیق اور ریسرچ کی توقع کی جاسکتی ہے؟

گزشتہ رمضان کی بات ہے۔ اترپردیش کے اُورئی شہر سے یہ وحشیانہ خبر آئی کہ ایک کلمہ پر ایمان رکھنے والے دو فرقوں نے اپنے مخالف مسلک والے دو علماء کو گولی مار کر سیدھا جنت پہنچادیا۔ ایک مولانا کا تعلق دیوبندی مسلک سے تھا اور دوسرے کا بریلوی مسلک سے، مگر تھے دونوں ہی کلمہ گو۔ دیوبندی مولانا صاحب فجر کی نماز ادا کرکے مسجد سے نکل رہے تھے کہ تاک میں بیٹھے 'غازیان' نے ان کو گولی مار کر ہلاک کردیا۔ امام صاحب کے دو ساتھی بھی زخمی ہوگئے۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ اس 'مقدس جہاد' میں شہید ہونے والے امام صاحب کے طرف دار مجاہدین انتقاماً خون کا بدلہ خون اور مولانا کا بدلہ مولانا سے نہ لیتے، مجاہدین کی ریپڈ ایکشن فورس فوراً حرکت میں آگئی اور بریلوی مسلک کے مولانا کے گھر میں گھس کر گولی مار کر انہیں ہلاک کردیا۔ مولانا کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے بھی زخمی ہوگئے۔ جھگڑا مسجد پر قبضہ کے لیے چل رہا تھا۔ اس 'دیوبندی' مسجد پر قبضہ کے لیے رمضان المبارک کا عشرۂ مغفرت ہی اجر و ثواب کے لحاظ سے موزوں سمجھا گیا کیوں کہ اس ماہ مبارک میں نیکیوں کا اجر کئی گنا زیادہ بڑھا دیا جاتا ہے اور اس سے بڑھ کر نیکی اور کیا ہوسکتی تھی کہ اللہ کے گھر پر قبضہ کے لیے بریلوی مسلک کا جھنڈا لہرایا جائے اس کے امام کو ہلاک کردیا جائے۔ اس مسجد پر قبضہ کے لیے جہاد ضروری تھا اور دونوں مسلکوں کے ایک ایک امام کا قتل ناگزیر تھا۔

یہ تو چند مثالیں ہیں مسلکی جوش جنوں کا ورنہ آئے دن اس قسم کی وارداتیں ہورہی ہیں اور اس سے نجات کے لیے کسی سمت سے کوئی ٹھوس کوشش نہیں ہورہی ہے۔ دانشوران ملت مسلمانوں کو چیخ چیخ کر آگاہ کررہے ہیں کہ اسلام کے خلاف سنامی لہر غضب ناک ہوتی جارہی ہے حالات کو سمجھو اتحاد پیدا کرو، دشمنوں سے مقابلہ کے لیے اپنی صفیں درست کرو۔ علمائے کرام تلقین کررہے ہیں کہ سب مل جل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو، سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ، اتحاد و اتفاق پیدا کرو لیکن اس کا اثر یہ ہورہا ہے کہ دن بہ دن انتشار و افتراق بڑھتا جارہا ہے۔

مسلکی جنون میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ جاہلوں کو تو اپنا مسلک عزیز ہے اس کے خول میں بند رہنا چاہتے ہیں اسی کی سربلندی کے لیے دوسرے مسلک کے خلاف جہاد کررہے ہیں۔ وہ مسجد کے نام پر لڑ رہے ہیں، امام کے لیے خون ریزی کررہے ہیں، کفر کی توپ چلا رہے ہیں اور ثابت کررہے ہیں کہ اگرچہ اسلام ایک ہے، قرآن ایک ہے اور آخری نبیؐ ایک ہیں، سب کا سود و زیاں ایک ہے لیکن مسلکی مسلمان ایک نہیں۔ ان کو قرآن کا حکم عزیز نہیں، ان کو رسول اللہؐ کی ہدایت پسند نہیں، ان کو اپنا خود ساختہ مسلک پسند ہے، وہ مسلک جس کی عمر سو ڈیڑھ سو سال سے زیادہ نہیں۔ جن کو قرآن و سنّت کی اساس پر متحد و منظم ہونا چاہیے وہ مسلکوں میں بٹ کر کہیں شیعہ، سنی کے نام پر کہیں دیوبندی اور بریلوی کے نام پر اپنے بھائیوں کا خون بہا رہے ہیں اور اپنے خود ساختہ مسلک کو دین و شریعت کا درجہ دے کر مسلمان ہی کو کافر ٹھہرا رہے ہیں۔ ان کی مسجدیں الگ ہورہی ہیں، قبرستان الگ کیے جارہے ہیں۔ مسلک کے نام پر قرآن الگ کیے جارہے ہیں اور اس کو مسلکوں سے منسوب کیا جارہا ہے۔ تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ مسجدوں کے منبروں سے باہمی اختلافات کو ہوا دی جارہی ہے اور فسق و فجور اور جہالت کی کون سی قسم ہے جس کا مظاہرہ مسلکوں کے حوالہ سے نہیں ہورہی۔ کیا مسلمانوں کے پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

قرآن مجید کی کھلی ہدایت ہے کہ اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو، قرآن تنبیہ کرتا ہے کہ آپس میں جھگڑا تکرار اور مناقشہ نہ کرو ورنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، لیکن مسلکی مسلمانوں کو ہر حال میں اپنا مسلک عزیز ہے۔

مسلمانوں کا تو ایک ہی 'مسلک' ہے اور وہ مسلک ہے لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ مسلمانوں کے مسلک کی اساس ہے قرآن وسنّت۔ قرآن وسنّت ہی مسلمانوں کا دین اور شریعت ہے اس کے علاوہ دوسرے نئے مسلک کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیا قرآن وسنّت کی رہنمائی مسلک پرستوں کے لیے کافی نہیں ہے؟ اسلام تو خدا پرستی سکھاتا ہے نہ کہ مسلک پرستی۔ قرآن نے واضح طور پر بتا دیا کہ اگر تمہارے درمیان باہمی تنازعات پیدا ہوں تو اسے خدا اور رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ۔ یہ کیسا مسلک ہے جو قرآن وسنّت کے خلاف طریقہ بتاتا ہے۔ اختلافات تو صحابہ کرامؓ کے درمیان بھی بعض مسئلوں میں ہوتا تھا لیکن وہ امت کے لیے رحمت ثابت ہوتے تھے وہ ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ صادر نہیں کرتے تھے۔ اختلافات تو چار اماموں کے درمیان بھی رہا ہے اسی لیے چار فقہ موجود ہیں اور ان پر عمل ہو رہا ہے لیکن کسی امام نے دوسرے امام کو برا بھلا نہیں کہا ہر ایک نے دوسرے کا احترام ہی کیا۔ اولیاء اللہ کے درمیان بھی طریقت کے تعلق سے اختلافات رہے ہیں لیکن کسی نے کسی کے خلاف کفر کا فتویٰ نہیں دیا لیکن آج کے مسلکی مسلمان نہ جانے کس اسلام کے ماننے والے ہیں۔ انہوں نے اپنی الگ شریعت بنا رکھی ہے اور دوسروں سے جزوی اختلافات پر کفر کی توپ چلا دیتے ہیں۔ اللہ رحم کرے اس امت پر، ادبار میں گھری امت پر، مسلکی جنون میں مبتلا اس امت پر...... افسوس یہ امت کیا تھی، کہاں سے چلی تھی اور کہاں پہنچ گئی۔

(بحوالہ روزنامہ راشٹریہ سہارا ۳۰؍ستمبر ۲۰۰۷ء)

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۹ کا)

اپنی عمر کے آخری حصہ میں جبکہ یہ ترجمہ پہلے ہی تین مرتبہ شائع ہو چکا تھا اور خود مولانا بھی ستر کی دہائی میں قدم رکھ چکے تھے۔ حضرت مولانا نے محسوس کیا کہ بنی نوع انسان کا ان پر یہ قرض ہے کہ وہ قرآن کریم کے حقائق کی گہری بصیرت کے وہ پھل انہیں پہنچائیں جو کہ اس دوران میں گہرے مطالعہ اور زیادہ سوچ وفکر نے انہیں عطا کیا تھا اور انہوں نے ایک دفعہ پھر ایک زبردست اور لمبی محنت شاقہ کی ذمہ داری کے بار کو اپنے ضعیف کندھوں پر اٹھالیا تا کہ اپنے ترجمہ وتفسیر پر نظر ثانی کر سکیں۔ اس کام میں انہیں مزید پانچ سال لگے (۱۹۴۶ء تا ۱۹۵۱ء) اور وہ یہ بات بھول گئے کہ۔ اب ایک نوجوان نہیں رہے اور یہ بوجھ ان کے لئے ناقابل برداشت ہے یہی وجہ ہے کہ اس نظر ثانی شدہ ایڈیشن کی پروف ریڈنگ جو انگلستان میں طبع ہو رہا تھا، انہیں اپنے بستر علالت پر لیٹ کر کرنا پڑی اور یہی بستر علالت بالآخر ان کے لئے بستر مرگ ثابت ہوا۔

ان کے سوانح نویس لکھتے ہیں: ''جب انگلستان سے پروف آتے تھے تو مولانا اپنا سر بستر سے اونچا کروا کر اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پروفوں کی تصحیح کرتے اور انہیں آخری شکل دیتے۔''

آخری پروفوں کی تصحیح ۸؍اکتوبر ۱۹۵۱ء کو کی گئی اور پانچ دنوں بعد یعنی ۱۲؍اکتوبر کو حضرت مولانا نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

انہوں نے زندگی کے آخری سانس بھی خدمت قرآن میں صرف کئے۔ حضرت مولانا کے سوانح نویسوں نے حال ہی میں ان کی پوری سوانح حیات اردو میں شائع کی ہے اور اسے نہایت ہی موزوں نام ''مجاہد کبیر'' دیا ہے۔ قرآن کریم لوگوں کے دلوں کی تسخیر کے لئے جدوجہد کو جہاد کبیر گردانتا ہے، اور اس دور میں شاید ہی ایسا کوئی اور شخص ہوگا جو اس لقب کا مولانا سے زیادہ مستحق ہو۔ بلاشبہ حضرت مولانا اپنے دور کے خدمت قرآن کی راہ میں عظیم ترین مجاہد تھے۔ (بحوالہ پیغام صلح اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۹ء)

☆☆☆

علمائے سو

تنگ نظر مُلاّ

مضمون نگار: الحاج معین الدین احمد   مترجم: علی احمد جلیلی

(۱) مُلاّ—تعریف و توضیح

مُلاّ عربی لفظ ہے یعنی وہ چیز جسے اللہ نے پیدا کیا ہو، لیکن بہت جلد اس نے اشتقاقی معنی کھو دیئے اور اس کے معنی ایک ایسے شخص کے ہو گئے جو صالح ادب کی تخلیق میں مصروف رہتا ہے یا تدریس و تعلیم کا کام کرتا ہے یا مذہبی مسائل کا پرچار کرتا ہے۔ موجودہ دور میں تو یہ اصطلاح اور بھی نچلی سطح پر آ گئی ہے۔ انگریزی کی مستند ڈکشنری (Standard 20th Century Dictionary : Urdu to English 1984 Edition) کے اُردو ترجمہ میں لکھا ہے کہ یہ ایک اہانت آمیز اصطلاح ہے جو ایسے مسلم پیشوا، مسجد کے امام اور ایسے شخص کے لیے استعمال ہوتی ہے جو مذہب کے صرف ابتدائی اصولوں سے واقف ہوتا ہے، تعلیم تقویٰ اور عزت و مقبولیت کے لحاظ سے علما اور مُلاّ کے درمیان فرق کی ایک خلیج حائل ہوتی ہے۔

(۲) مُلاّئوں کا اُبھرنا

سلطان سکندر لودھی (۱۴۸۹۔۱۵۱۷ء) کے دورِ حکومت میں عقلیت پر مبنی مضامین کی تعلیم رفتہ رفتہ سندھ اور ملتان سے ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں پھیلنے لگی۔ سلطان لودھی بغداد نے ساتویں عباسی خلیفہ المامون (۸۱۳۔۸۳۳) کی طرح ایک روشن طبع حکمران تھا جو اپنی رعایا کی تعلیمی اور ثقافتی ترقی مین بہت دلچسپی لیتا تھا۔ سلطان لودھی نے دو عالموں شیخ عبداللہ دہلوی اور شیخ عبداللہ سنبھلی کو فلسفہ اور منطق کی تعلیم کو عوام میں پھیلانے اور مقبول بنانے کے لیے مامور کیا تھا۔

یہ نیا تعلیمی سلسلہ ہندوستان میں افغان حکومت اور اس کے بعد کے زمانے تک جاری رہا۔ مغلوں کے ابتدائی دور میں اس کا نتیجہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کی ایک نئی کھیپ کی صورت میں نکلا۔ جو "مُلاّ" کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔ اکبر کے شاہی دربار میں ایسے مُلا کافی تعداد میں تھے جن میں سے دو بہت معروف ہیں۔ ایک وزیر مال ابوالفضل کا بھائی ابوالفیضی تھا جس نے اکبر کو مذہبی خیالات کی تعمیر نو کے لیے اکسایا جو دینِ الٰہی کے نام سے وجود میں آیا۔ دوسرا درباری ابوالحسن تھا جو مُلاّ دو پیازہ کے نام سے مشہور ہے۔ اکبر کے دربار کا نامور مسخرا تھا جو وزیر بیربل کے ساتھ مل کر شہنشاہ کو خوش گوار موڈ میں رکھتا تھا۔

بعد کے مغلیہ دور میں مُلاّؤں کے عہدے نے خاصی مقبولیت حاصل کی۔ شہنشاہِ جہانگیر تعقلیت پسند علوم کا سرپرست تھا۔ اس نے ایک فلسفی عبدالکریم سیالکوٹی کو بڑے عہدہ پر مامور کر رکھا تھا۔ شہنشاہ شاہجہاں بھی اس ملا کی ذہنی صلاحیتوں کا بڑا معترف تھا۔ چنانچہ اس نے مُلاّ کو دو بار چاندی کے سکوں میں تلوایا اور اس کی ذہانت کے اعتراف میں وہ سکے اس کو بخش دیئے۔

وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ سینکڑوں مُلاّؤں کے خاندان اُبھرے اور عوامی زندگی میں نمایاں مقبولیت حاصل کی۔ ان میں سے چند نے تو اپنی غیر معمولی مذہبیت اور بے مثال تقویٰ سے بلند مقام حاصل کیا۔ ایسے قابل ذکر خاندانوں میں لکھنؤ کے فرنگی محل کے مُلاّ (علماء) مُلاّ قطب الدین شہید (جو ایک اراضی کے تنازعہ میں زمین دار کے ہاتھوں قتل کر دئے گئے تھے) نظام الدین، مُلاّ حسن اور مُلاّ مبین۔ دیگر معروف مُلاّؤں میں خیرآباد کے مُلاّ تھے اس خاندان میں قابل ذکر مولوی حمیداللہ سندیلوی، مُلاّ محمود جونپوری، مُلاّ حبیب اللہ بہاری اور مُلاّ غلام یحییٰ بہاری ہیں۔

(۳) مُلاّئے حق اور مُلاّئے سو

مغل شہنشاہیت کی شان و شوکت جب رُو بہ انحطاط ہوئی

اور اودھ کی نوابیت کو زوال آ گیا تو مُلّاؤں کی سرپرستی جاتی رہی اور رفتہ رفتہ وہ علمی و معاشی دونوں میدانوں میں اپنی ساکھ کھو بیٹھے، مُلّاؤں کی پہلی نسل جس نے درباری اعزازات اور مادی فوائد حاصل کر کے شہرت اور نام کمایا تھا ان کی جگہ ایسی نسل نے لی جو حالات کے دباؤ میں آ کر مسلم معاشرہ کی نچلی سطح تک جا پہنچی اس طرح انہیں روزی کمانے کے لیے مجبوراً مسجدوں اور مدرسوں کی معمولی خدمتوں پر اکتفا کرنا پڑا۔

وقت کے ساتھ ساتھ اور بدلتے ہوئے حالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ طبقہ مُلّا دو گروہوں مُلّائے حق اور مُلّائے سُو میں بٹ گیا۔ درحقیقت یہ دونوں گروہ اس وقت بھی موجود تھے، جب افغان عملداری (۱۵ویں صدی) کے زمانہ میں علمائے سو پہلی مرتبہ ابھر کر منظر عام پر آئے تھے لیکن ان دونوں کے درمیان تناسب زیادہ قابل لحاظ نہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں مُلّائے حق کا تناسب مُلّائے سُو کے مقابلے میں کافی زیادہ تھا جب کہ عصر حاضر میں یہ تناسب معکوس صورت اختیار کر گیا اور صورت حال یہ ہو گئی کہ مسلم معاشرہ میں علمائے سُو اکثریت میں آ گئے اور مُلّائے حق کی تعداد اتنی گھٹ گئی کہ اب وہ بمشکل ہی کہیں دکھائی دیتے ہیں۔

مغلوں کے اقتدار کے خاتمہ بالخصوص انگریزوں کے ہاتھوں بہادر شاہ کی جلاوطنی کے بعد مسلمانوں پر بُرا وقت آ گیا۔ مسلم معاشرہ معاشی اور تعلیمی نقطۂ نظر سے بہت ہی کمزور اور پسماندہ ہو گیا۔ ہندوستان کی آزادی اور بٹوارے کے بعد دانشوروں اور مال دار طبقہ کی پاکستان کو ہجرت اور بالخصوص حیدرآباد کے مسلم شرفاء کی تحلیل نے ہندوستان میں مسلمانوں کی ساکھ اور قدر کو مزید ابتر بنا دیا۔

مسلم معاشرہ پر اثر انداز ہونے والے ان زوال پذیر رجحانات کے سبب مُلّاؤں میں اور بھی اخلاقی پستی آ گئی۔ اب وہ محض ان مدرسوں اور مسجدوں کی اقل ترین مالی امداد پر تکیہ نہیں کر سکتے تھے جو خود غریب بستی والوں کی غیر یقینی خیرات کے رحم و کرم پر قائم تھے چنانچہ مُلّاؤں کے غیر اصولی اور غیر ذمہ دار افراد نے یا تو دیہات کے معصوم مسلمانوں کو فریب دینا شروع کیا یا دیہات کے چھوٹے موٹے قضیوں اور پارٹی بازی میں خود کو اُلجھا لیا۔ یا معمولی قسم کی سیاست میں دخیل ہو گئے یا قرآن مجید کی گمراہ کن تاویلات و تشریحات سے مذہبی اعمال و عقائد کے استحصال کو اپنا مشغلہ بنا لیا۔ اختلافی عقائد کو موضوع بحث بنایا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم معاشرہ نزاع پسند گروہوں میں بٹ گیا۔ اور اس طرح تعلیم کے میدان میں کی جانے والی سنجیدہ سیکولر کوششوں نے دم توڑ دیا۔

(۴) مُلّاؤں کا رُسوا کُن اور شرمناک نقشہ

اس لیے آج اگر مُلّاؤں کو مسلم معاشرہ کی لعنت سمجھ کر تعلیم یافتہ مسلمان انہیں نظرِ حقارت سے دیکھتے ہیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ان میں اگرچہ کچھ واقعی اچھے دل و دماغ کے تھے لیکن اکثریت متضاد اوصاف رکھتی تھی یہی وجہ ہوئی کہ بدقسمتی سے سبھی پر تنگ نظر، بے ایمان، جھگڑالو، سازشی، بدباطن اور لالچی ہونے کا اطلاق ہوتا ہے۔ ہمارے بہت سارے مسلمان شاعروں، مصنفوں، قانون دانوں، مصلحانِ تعلیم، ماہران نظم و نسق اور صحافیوں نے اپنی تقریروں، بحث و مباحثہ اور تحریروں میں ان کے خلاف نہ صرف اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے بلکہ ان کی مذمت بھی کی ہے۔ چند مخصوص آرا جو اُن مُلّاؤں کے گھناؤنے کرتوتوں کی ترجمان ہیں، حسب ذیل ہیں:

☆ زندہ جاوید شاعر سر محمد اقبالؔ اپنی کتاب جاوید نامہ میں لکھتے ہیں: ''مُلّا کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار''

یعنی مُلّاؤں کی شریعت پرلے درجہ کے حماقت سے بھری ہوئی اور عقل و ہوش سے خالی ہوتی ہے۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''عالماں از علم قرآں بے نیاز''

یعنی مُلّا قرآن کے مضمرات سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ سر اقبالؔ مُلّاؤں اور مُلّاؤں کی صف میں کھڑے ہونے والوں کے متعلق بہت حقیر رائے رکھتے تھے۔

☆ ڈاکٹر اے، جے، قدوائی وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کہتے ہیں: ''مُلّا اسلام کے وقار و حرمت کو تماشا بنائے ہوئے ہیں۔'' (ٹیلی گراف مورخہ ۷/اگست ۱۹۸۵ء)

☆ مِس فرحانہ طیب لکچرار شعبۂ اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ کہتی ہیں: ''مسلم پرسنل لا میں اصلاحات ضروری ہیں

کیونکہ مُلاّؤں نے عورتوں پر بہت دباؤ ڈال رکھا ہے''

(ٹیلی گراف مورخہ ۷ر اگست ۱۹۸۵ء)

☆ بدرالدین طیب جی آئی، سی، ایس (وظیفہ یاب) سابق سفیر ایران، انڈونیشیا جاپان اور جرمنی کہتے ہیں:

''مُلاّ اپنے دل و دماغ کو (رسول اکرمؐ کی ہدایات کی طرف سے) قصداً بند کر لیتے ہیں اور ماضی میں بسر کرنے کی افسوسناک طریقہ پر کوشش کرتے ہیں۔'' (سیکولر ڈیما کریسی جولائی ۱۹۸۵ء)

☆ آصف، اے، اے فیضی سابق سفیر مصر و وائس چانسلر جموں و کشمیر یونیورسٹی کہتے ہیں:

''(کثیر الازدواجی اور طلاق) ہر دو جنہیں مُلاّؤں کی حوصلہ افزائی حاصل ہے ہندوستان کے (محمڈن لا) کے بدترین دفعات ہیں۔'' (سیکولر ڈیما کریسی جون ۱۹۸۵ء)

☆ مصر کے گراں قدر عالم ڈاکٹر محمد حسین، ہیکل اپنی بین الاقوامی شہرت یافتہ تصنیف ''حیات محمدؐ'' میں موجودہ زمانہ کے علماء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''یہ علماء حق کی بجائے اقتدار اور تقویٰ کی بجائے دنیوی شان سے متاثر اور اپنی قیادت سے قوم میں بدگمانی پھیلاتے ہیں۔ یہ لوگ شیطان کے چیلے ہیں بروزِ قیامت ان کی حالت بری ہوگی۔'' The Life Muhammad, 8th by Dr. M.H. Haikal, Page 554

☆ ماہوار رسالہ The Review of Religions جو واشنگٹن سے شائع ہوتا ہے، کے شمارہ May, 1985 میں صفحہ ۳۹ پر لکھتا ہے:

''ایک ایسے مذہب کو جو رحم، سخاوت اور لطف و کرم کی تعلیم دیتا تھا اسے مُلاّؤں نے انسانیت سے محروم کر دیا ہے۔''

☆ ہندوستان کے سپریم کورٹ کے نامور ایڈوکیٹ و انیال لطیفی کہتے ہیں۔ ''نفرت انگیز طلاق اور مجرمانہ طلاق سلاطین اُمیّہ کے دور کے علمائے فاسق کی ایجاد ہیں۔''

(سنڈے ۸ر جون ۱۹۸۶ء صفحہ ۱۵)

☆ جسٹس بہار الاسلام ہندوستان کے سپریم کورٹ کے سابق جج کہتے ہیں:

''مفاد پرست (مراد مُلاّ) اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ اسلام کے بعض اداروں کو مستقل طور پر اپنے مفاد کا ادارہ بنالیں۔''

(سیکولر ڈیما کریسی ۱۵ر جون ۱۹۸۵ء)

☆ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی عالمانہ تصنیف ''تذکرہ'' میں علمائے وقت کے فضائل و خیالات کی برائی اور ان کی طریقۂ کار کی فرسودگی کو تیز و تند زبان اور نفرت بھرے الفاظ سے بے نقاب کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''غور کرو کہ ہر زمانے میں علمائے دنیا کی نفس پرستی اور حق فراموشی کس طرح دنیا کے لیے ایک لعنت رہی ہے۔

علمائے وقت نے امر بالمعروف کے فرض کو عملاً شریعت کے احکام و واجبات سے خارج کر دیا۔

سانپ اور بچھو ایک سوراخ میں جمع ہو جائیں گے، لیکن علمائے دنیا پرست کبھی ایک جا اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ کتوں کا مجمع ویسے تو خاموش رہتا ہے، لیکن اِدھر قصائی نے ہڈی پھینکی اور ادھر ان کے پنجے تیز اور دانت زہر آلود ہو گئے۔ یہی حال ان سگانِ دنیا کا ہے۔''

(صفحہ ۷۸، ۷۹، ۱۰۴، تذکرہ مرتبہ مالک رام ۱۹۶۸ء ایڈیشن)

متذکرۂ بالا بیانات مسلمانوں کے ایسے دانش وروں کے خیالات میں جن کا تعلق زندگی کے مختلف میدانوں سے رہا ہے۔ جیسے ادیب، مصلحان تعلیم، ماہر نظم و نسق، یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر، صحافی، ایڈوکیٹ، سپریم کورٹ کے جج اور امریکی بین الاقوامی جرنل وغیرہ نمائندہ شخصیتوں کی آرا کا ایک غیر جانب دارانہ اقتباس ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ روشن خیال مسلمان مُلاّؤں کے کردار اخلاق کے بارے میں کتنی اہانت آمیز رائیں رکھتے ہیں۔

علماء اور مُلاّؤں کا امیج جب اس درجہ مضحکہ خیز ہو جائے تو اس کی ذمہ داری اس طبقہ پر عائد ہوتی ہے جنہیں مُلائے سُو کہا گیا ہے۔ اس مخصوص طبقہ کی تعداد مسلم معاشرہ میں بہت زیادہ ہے جب کہ علمائے حق تعداد میں اتنے کم ہیں کہ اکثریت کی کمائی ہوئی بدنامی کا اثر پورے طبقہ پر پڑتا ہے۔

☆☆☆

مطلع احمدیت کے چند روشن ستاروں کی ایک جھلک

(حضرت مسیح موعودؑ کے چند مخلص و جاں نثار اصحاب)

مولانا سمیع اللہ صاحب

ابتدائے احمدیت کا ایک منور ترین ستارہ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے وجود میں نمودار ہوا، جن کے علم وفضل اور تقویٰ وطہارت پر رشک کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود نے انہیں عبقری قرار دیا، حضرت مولاناؒ کو حضرت مسیح موعودؑ کے بعد تمام جماعت نے بالاجماع خلیفہ منتخب کیا اور آپ کا چھ سالہ دور خلافت مسیح موعود کے دورِ ماموریت کا گویا تتمہ تھا جس کے دوران جماعت نے قدرت ثانیہ کی وہ شان دیکھی جس کی خوشخبری حضرت مسیح موعود نے الوصیت میں دی تھی۔ یعنی آپ کے عہد میں انگلستان میں تبلیغ اسلام کا کام شروع ہونے اور کئی ایک انگریزوں کے قبول اسلام کی وجہ سے سلسلہ عالیہ کی مقبولیت چاروں طرف پھیل گئی ایسا ہی انگریزی ترجمۃ القرآن کا کام آپ ہی کے عہد میں شروع ہوا جس کو آپ نے خود سن کر پسند فرمایا اور ایک ولی اللہ سید عابد علی شاہؒ کے الہام سے اس ترجمہ کی جناب الٰہی میں مقبولیت کی خوشخبری بھی ملی۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک حضرت مولانا کا وجود جماعت احمدیہ کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ کیونکہ آپ کے ہاتھ پر تمام جماعت مجتمع ہوکر خدمت دین کا کام سرانجام دیتی رہی افسوس کہ آپ کے بعد یہ نعمت جماعت کو میسر نہ آئی۔

دوسرا روشن ستارہ حضرت مولانا سید محمد احسن امروہویؒ کا وجود تھا۔ جنہیں حضرت مسیح موعود کی دعوت قبول کرنے کے لیے ریاست بھوپال کے نواب صدیق حسن خان کی ملازمت کے عہدہ جلیلہ سے دستبردار ہونا پڑا اور اس بارے میں حضرت مسیح موعود کو الہام ہوا۔

از برائش محمد احسن را
تارک روزگار می بینم

حضرت مولانا نورالدینؓ اور مولانا سید محمد احسنؓ کو حضرت مسیح موعود نے وہ دو فرشتے قرار دیا ہے۔ جن کے کندھوں پر از روئے حدیث مسیح موعودؑ کا نزول ہوا، اور فی الحقیقت ان دو بزرگوں کا وجود ان کے علم وفضل کے لحاظ سے مسیح موعودؑ کے لیے بڑی نعمت اور تائید ایزدی کا موجب ثابت ہوا، چنانچہ حضرت مولانا سید محمد احسنؓ صاحب کی تعریف کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے یہ ارشاد فرمایا:

مولوی سید محمد احسن صاحب بحث مباحثہ کے کام میں اور مناظرہ میں یکتا ہیں وہ پورے تحصیل یافتہ ہیں، علم حدیث اور علم فقہ کے بڑے ماہر ہیں۔ مخالف مولویوں کے مقابلہ میں سلسلہ تصانیف کا کام خوب کرسکتے ہیں۔ ہر شخص کا کام نہیں کہ ایسے امور میں مداخلت کرے۔

ان دونوں جلیل القدر بزرگوں کے بعد حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کا وجود (جن کا ذکر ان کی ماہ وفات اکتوبر کی تعلق سے مقصود ہے) ایک ایسا روشن ستارہ ثابت ہوا جس نے اپنے قلم سے (جو در حقیقت بروئے الہام مسیح موعودؑ خدا کی دی ہوئی قلم تھی) اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی وہ شاندار خدمات سرانجام دیں جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی۔ اس میں شک نہیں کہ گزشتہ تیرہ سو برس میں مسلمانوں میں بڑے بڑے محدث، مفسر، فقیہہ اور اولیاء اللہ پیدا ہوئے۔ جن کے وجود سے دنیا کے علم وروحانیت

میں بہت بڑا اضافہ ہوا۔ لیکن حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ نے مسیح موعودؑ کے علم کلام سے فائدہ اُٹھا کر تائید اسلام میں بہت ساری کتابیں لکھیں اور اردو انگریزی میں قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر پیش کی اور اپنے تفسیری نوٹ میں جو مشکل مقامات کی تشریح و توضیح پیش کی ہیں ان کی نظیر تاریخ اسلام میں ملنی مشکل ہے اور ان کتابوں کی وجہ سے آج نہ صرف مسلمانوں کا روشن خیال طبقہ اسلام پر ثابت قدم ہو گیا اور اس کی معقولیت اور صداقت کا فخریہ اظہار کرتا ہے، بلکہ غیر مسلم معاندین کے خیالات میں بھی بہت بڑا انقلاب پیدا اور وہ اب اسلام پر معترض ہونے کی بجائے اسلام کو معقول مذہب سمجھنے لگے ہیں۔

حضرت مولانا ان جلیل القدر اصحاب میں سے تھے جو حضرت مسیح موعودؑ کی دعوتِ حق پر لبیک کہتے ہوئے آپ کی بیعت میں داخل ہو گئے اور باغ احمدیت کو سیراب کرنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دی، ان کے پاکیزہ کردار اور حسن کلام سے ظلمت کدہ عالم کے کئی گوشے نورِ اسلام سے منور ہو گئے۔

حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا یہ ارشاد قابل غور ہے۔

ریویو آف ریلیجنز کا ذکر تھا فرمایا:

''اس کے ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب ایک لائق اور فاضل آدمی ہیں۔ ایم اے پاس ہیں اور اس کے ساتھ دینی مناسبت بھی رکھتے ہیں۔ ہمیشہ اول درجہ پر پاس ہوتے رہے ہیں اور ای اے سی میں ان کا نام درج تھا۔ مگر سب باتوں کو چھوڑ کر یہاں بیٹھ گئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کی تحریر میں برکت ڈالی ہے۔''

مولوی محمد علی صاحب کو بُلا کر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ ''ہم چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنے کے واسطے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جائے اور یہ آپ کا کام ہے۔ آج کل جو ان ملکوں میں اسلام نہیں پھیلتا اور اگر کوئی مسلمان ہوتا بھی ہے تو بہت کمزوری کی حالت میں رہتا ہے اِس کا سبب یہی ہے کہ وہ لوگ اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں۔ اور نہ ان کے سامنے اصل حقیقت کو پیش کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کا حق ہے کہ ان کو حقیقی اسلام دکھلایا جائے جو خدا تعالیٰ نے ہم پر ظاہر کیا ہے وہ امتیازی باتیں جو خدا نے اس سلسلے میں رکھی ہیں وہ ان پر ظاہر کرنی چاہئے اور خدا تعالیٰ کے مکالمات و مخاطبات کا سلسلہ ان کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔ جن کے ساتھ اسلام کی عزّت اس زمانہ میں وابستہ ہے ان تمام دلائل کو ایک جگہ جمع کیا جائے جو اسلام کی صداقت کے واسطے خدا تعالیٰ نے ہم کو سمجھائے ہیں۔ اس طرح ایک جامع کتاب تیار ہو جائے تو اُمید ہے کہ اس سے ان لوگوں کو بہت فائدہ حاصل ہو۔''

حضرت مسیح موعود کی اسی ہدایت کے پیش نظر حضرت مولانا محمد علی صاحب نے ریلیجن آف اسلام کے نام سے ایک مہتم بالشان کتاب لکھی، جو نہ صرف یورپ و امریکہ بلکہ خود مسلمانوں کے لیے بھی ایک بہت بڑا ذریعۂ ہدایت ہے۔ اب یہ جماعت احمدیہ کا کام ہے کہ اس کو کثیر تعداد میں چھپوا کر یورپ و امریکہ کے غیر مسلموں اور خود مسلمانوں میں پھیلائیں۔ مگر افسوس ہے کہ قادیانی جماعت حضرت مولانا کے متعلق حضرت مسیح موعود کے منقولہ بالا ارشاد کو نقل کرنے کے باوجود۔ جن میں آپ نے فرمایا ہے کہ ''یہ آپ کا کام ہے'' اور حضرت مولانا کی طرف سے عملاً یہ ثابت ہونے کے باوجود کہ فی الواقعہ یہ آپ ہی کا کام تھا، آپ کی تخفیف و تحقیر کے درپے ہے اور آپ کو سچا خادم سمجھنے کے لیے تیار نہیں۔ (افسوس)

ایک اور بہت بڑی خدمت جو حضرت مولانا نے سلسلہ احمدیہ کی کی، وہ حضرت مسیح موعودؑ کی حیثیت اور ختم نبوت کی وضاحت ہے ایسے وقت میں جب میاں محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کو نبی قرار دے کر تمام مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا تو حضرت مولانا اس کے خلاف آواز اُٹھا کر جماعت کے ایک حصّہ کو

گمراہی سے بچالیا، اور اس سلسلہ میں **"النبوت فی الاسلام"** **مسیح موعود اور ختم نبوت** اور اسی قسم کی دوسری کتابیں لکھ کر پہلی بار دُنیا پر واضح کیا کہ ختم نبوت کی اصل حقیقت کیا ہے اور حضرت مسیح موعود کی تحریرات میں نبی کا لفظ استعمال ہونے کے باوجود آپ کا اصل منصب مجددیت و محدثیت سے بڑھ کر نہیں آپ کو مکالمہ الٰہیہ اور اظہار علی الغیب کی وجہ سے صرف مجازاً نبی کا نام دیا گیا، منصبِ نبوت پر فائز نہیں کیا گیا۔ نہ ہی حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے زمانے والوں کو کافر قرار دیا۔ کاش قادیانی جماعت اس نقطہ کو سمجھ کر اس غلو سے باز آجائے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ احمدیہ کی بہت بڑی بدنامی کا موجب ہورہا ہے۔

غرض حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمات اتنی زیادہ اور اس قدر شاندار ہیں کہ ان پر تبصرہ کرنے کے لیے بہت سے اوراق کی ضرورت ہے جو اخبار کے چند صفحات میں سما نہیں سکتے۔

سلسلۂ احمدیہ کے ان روشن ستاروں میں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ کا وجود بھی بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے، آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں پیشۂ وکالت میں مصروفیت کے باوجود ہر رنگ میں آپ کی تائید و نصرت میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ یہاں تک کہ مخالفین کی طرف سے جو مقدمات حضرتؑ کے خلاف کھڑے کیے گئے ان میں حضرت خواجہ صاحب نے دل و جان سے آپ کی وکالت کا فرض ادا کیا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں نمایاں کامیابی عطا کی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کی مؤثر تقاریر کی وجہ سے آپ کو "حسن بیان کا لقب عطا فرمایا، اور حضرت کی وفات کے بعد جب خواجہ صاحب تبلیغ اسلام کا جھنڈا لے کر یورپ تشریف لے گئے تو ان کے حُسن بیان سے کئی ایک اعلیٰ پایہ کے انگریز جن میں لارڈ ہیڈلے کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے مسلمان ہوگئے اور مسیح موعودؑ کا وہ کشف جس میں آپ نے اپنے آپ کو لندن کے منبر پر وعظ کرنے اور سفید پرندوں کو پکڑتے دیکھا تھا خواجہ صاحب کے ذریعہ سے پورا ہوا گیا۔

اس زمانہ میں جب عالم اسلام پر یورپ کا رعب طاری تھا اور انگریزوں میں تبلیغ اسلام کو ایک مضحکہ خیز جسارت سمجھا جاتا تھا۔ خواجہ صاحب نے انگلستان میں تن تنہا تبلیغ کی بنیاد رکھی جس سے اسلامی دنیا میں حیرت و استعجاب اور سلسلہ احمدیہ کی مقبولیت کی فضا پیدا ہوگئی۔ جس کی وجہ سے ان کا نام تاریخ اسلام میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

سلسلۂ احمدیہ کا ایک روشن ستارہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب کا وجود گرامی بھی ہے۔ حضرت مولانا کی خدمات بھی دوسرے بزرگوں سے کم اہمیت نہیں رکھتیں۔ انہوں نے انگلستان میں دو مرتبہ خواجہ صاحب کے قائم کردہ مشن میں ایسے شاندار پیرایہ میں تبلیغی خدمات سرانجام دیں کہ ان کے مواعظ سے متاثر ہوکر بہت سے انگریز دھڑا دھڑ اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔

جن میں سے کئی ایک کے مضامین بھی خواجہ صاحب کے جاری کردہ اسلامک ریویو میں شائع ہوتے رہے۔ حضرت مولانا نے پہلی عالمگیر جنگ میں انگلستان کے فوجی حکام سے لڑ جھگڑ کر جنگ میں شہید ہونے والے مسلمانوں کے لیے ایک قبرستان بنوایا اور کئی ایک دیگر خدمات بھی سرانجام دیں۔ جو ان کی زندگی کے شاندار کارناموں میں سمجھی جائیں گی۔

انگلستان کے علاوہ حضرت مولانا نے جرمنی میں نہایت مخالف حالات میں ایک شاندار مسجد تعمیر کی اور جرمن مسلم مشن کی بنیاد رکھی۔ جس کے ذریعہ بیرن عمر ایرنفلز جیسے اعلیٰ پایہ کے جرمن مسلمان ہوئے یہ مشن خدا کے فضل سے اب بھی جاری ہے اور بہترین تبلیغی خدمات سرانجام دے رہا ہے اسی سلسلہ میں حضرت مولانا نے قرآن کریم کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا جو جرمنوں کے لیے رشد و ہدایت کا موجب ہے۔

☆☆☆

حضرت محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دورِ جدید کے مقبول ترین مفسر قرآن

کیپٹن عبدالسلام خان

خدا تعالیٰ کے کلام کا ترجمہ اور تفسیر کرنے کے لئے وسیع پیمانے پر مطالعہ، علم اور بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے اور بلاشبہ حضرت مولانا محمد علی کا ترجمہ اس پر پورا اترتا ہے اور ہر طرف سے یہ آواز اٹھنی شروع ہوئی کہ ''کسی مسلمان کے ہاتھوں شائع ہونے والے تراجم میں یہ پہلی تصنیف ہے جس میں ایسی مکمل اور بھرپور محنت کی گئی ہے جو کہ قرآنی علوم کے شایان شان ہے اور جس میں علمیت اور فہم قرآن کے ساتھ ساتھ تصنیف کے جدید تقاضوں کو حتی الامکان پورا کیا گیا ہے۔ لیکن ایسے کام میں ان صفات کے علاوہ اس سے بڑھ کر جس صفت کا ہونا ضروری ہے اور جو محض علم دانی سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اپنی اندرونی طہارت ہے جس کی بدولت انسان الٰہی بصیرت حاصل کرتا ہے اور یہی وہ اہم شئے ہے جس کی طرف قرآن مجید کی یہ آیت توجہ دلاتی ہے'' سوائے پاک لوگوں کے اسے کوئی نہیں چھوسکتا۔''

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا دامن علم سے پُر تھا اور ان کا قلب الٰہی بصیرت سے منور تھا اور یہی وجہ ہے کہ ان کے ترجمہ وتفسیر میں متلاشیان حق کیلئے ایک حقیقی روحانی قوت اور مینار نور بن جانے کا راز مضمر ہے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کا ترجمۃ القرآن اسلام کو سمجھنے کی ایک نئی اور جدید روش کا آغاز کرتا ہے۔ اس ترجمہ نے بڑے مثبت انداز میں مسلمان دانشور طبقے کا ایمان جو کہ مغربی مادی علوم اور اس کے اثرات کے نتیجہ میں کھوکھلا ہورہا تھا اس کے لئے نئے سرے سے روحانی تقویت کا سامان مہیا کیا اور مسلمانوں کے ذہنی شعور میں اس ترجمہ کی وجہ سے جو روشنی پیدا ہوئی ہے اس کا ایک نمونہ وہ ہے جس کی طرف مصنف نے اپنے دیباچہ میں اشارہ کیا ہے کہ کس طرح ایک معروف اور گہرے مذہبی رجحان رکھنے والے مفکر اور مصنف (مولانا عبدالماجد دریا آبادی) نے خود کو دہریت کے بیابان سے نکلنے کے عمل میں اس ترجمہ کی گرانقدر خدمات کا اعتراف کیا ہے مغرب کے علمی حلقوں میں اس ترجمہ کی بدولت مثبت تبدیلی اور اثر نمایاں ہے جو اسلام اور اسلام کے متعلق لٹریچر کے مصنفین کے لب ولہجہ میں اب دیکھا جاسکتا ہے اور اس صحت مند تبدیلی کی پہلی علامت H.G.WELLS جیسے قد آور عالم کی اسلام کے بارے میں تحریرات کے لہجے اور انداز فکر میں مثبت تبدیلی ہے۔ اس ترجمہ کا پہلا ایڈیشن ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا تھا اور ۱۹۲۰ء میں ایچ جی ویلز نے اپنی کتاب ''آوٹ لائن آف ہسٹری'' (یعنی تاریخ کا اجمالی خاکہ) میں سورہ آل عمران کے رکوع ۱۶ کو بالکل اسی طرح شائع کیا جیسا کہ حضرت مولانا کے ترجمہ میں درج ہے۔ اور اسے قرآن کریم کے شاہانہ انداز خطابت کے نمونہ کے طور پر پیش کیا۔

مصنف کے اپنے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

'ذیل میں قارئین کے لئے قرآن کریم کی چند شان و شوکت سے بھرپور آیات پیش خدمت ہیں جو کہ حال ہی میں شائع ہونے والے مولانا محمد علی صاحبؒ کے روایتی ترجمہ سے لی گئی ہیں۔'' اس ترجمہ کا بنیادی مقصد مغربی ذہنوں سے ان تمام بے ہودہ اور اذیت ناک باتوں کے اثر کو زائل کرنا ہے جو کہ اسلام کے متعلق گذشتہ کئی صدیوں سے کہی اور باور کرائی گئیں۔ اس ترجمہ

نے ذہنوں کو اسلام کی حقانیت سے روشناس کرایا اور صحیح نقطہ نگاہ کی راہ دکھائی۔

ازمنہ وسطی میں یہ ایک عام دستور تھا کہ نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) بطور ایک جعلی نبی اور قرآن مجید کو ایک جعلی دستاویز کے طور پر پیش کیا جاتا تھا اور مغربی علماء اور مفکرین کے سامنے اسلام کے متعلق ایسے تصورات پیش کئے جاتے تھے اور ایسی باتوں پر ان کی بنیاد رکھی جاتی تھی جو قابل نفرت ہوتی تھیں۔ تاہم ایک موڑ ایسا آیا جبکہ خود مغرب میں انصاف پسند لوگوں کا ضمیر ان فضولیات اور تہمتوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور ایسے مکتبہ خیال کے لوگوں میں سے ایک **تھامس کارلائل** تھا جس نے اپنی کتاب ''ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ'' میں اس بے بنیاد وحشیانہ ہرزہ سرائی کے خلاف زوردار احتجاج بلند کیا اور اس بات کا اعتراف کیا کہ یہ سب من گھڑت جھوٹ مذہبی جوش کے جذبہ میں اس انسان کے بارے میں بیان کئے گئے جواب ہمارے لئے شرمندگی کا باعث ہیں۔ کیا ایک جعلی انسان ایک سچے مذہب کی بنیاد رکھنے کی اہلیت رکھتا ہے؟ نہیں نہیں، ایک بدنیت اور جعلساز انسان تو اینٹوں کا ایک مکان بھی نہیں بنا سکتا، لیکن اسلام ایسا مکان ہے جس نے بارہ صدیوں سے اٹھارہ کروڑ انسانوں کو مذہب وتمدن کا سائبان مہیا کیا ورنہ تو وہ فوری طور پر منہدم ہوجاتا۔''

جارج سیل ایک اور عظیم تبحر علمی کا مالک مصنف اور مفکر ہے وہ اپنے انگریزی ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں اسلام اور نبی کریمؐ کے متعلق دوہرے انداز سے بولتا نظر آتا ہے اس کا ذہن ایک طرف تو موروثی تعصّبات سے بھرا ہوا ہے اور دوسری طرف سائنسی معروضیت کی جاذبیت سے الجھا ہوا دکھائی دیتا ہے پہلے ہی صفحہ پر ''قارئین کے نام'' کے عنوان کے تحت وہ اپنی تصنیف کو ان سطور سے شروع کرتا ہے۔

''میں خیال کرتا ہوں کہ یہ بات قریباً غیر ضروری ہے کہ اس ترجمہ کو شائع کرنے کے بارے میں کوئی خاص وجہ بیان کی جائے یا یہ کہ اس کو تفہیم اور تحقیق کی حامل تصنیف ثابت کرنے کی کوشش کی جائے، جو لوگ اس واضح جعلسازی پر مبنی کتاب کو عیسائیت کے لئے کسی قسم کا خطرہ محسوس کرتے ہیں یا تو عیسائیت کے متعلق ان کا خیال بڑا گھٹیا ہے یا یہ کہ وہ اپنے مذہب میں صحیح طور پر راسخ نہیں۔''

تاہم صرف دو صفحات کے بعد یہ ممتاز مغربی عالم حضرت نبی کریم ﷺ پر تعریفوں کے وہ ڈونگرے برسانا شروع کرتا ہے کہ کوئی مسلمان مشکل سے ہی اس سے بہتر طریق پر ایسا کر سکے۔

وہ حضرت نبی کریم ﷺ کی شخصیت کو یوں بیان کرتا ہے:

''قدرت کے عطیوں سے مالا مال، خوبصورت اور ذہین شخصیت کا مالک، طبیعت مزاح سے پر اور نہایت خوش کن، غریبوں کے لئے انتہائی فراخ دل، ہر کسی سے خوش اخلاقی سے پیش آنے والا اور دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدمی دکھانے والا اور سب سے بڑھ کر یہ خدا کے نام کی گہری تعظیم دکھانے والا، جھوٹے حلف اٹھانے والوں، زناکاروں، قاتلوں، بہتان تراشوں، مسرفوں، لالچیوں اور جھوٹی گواہی دینے والوں کے خلاف سخت گیر، صبر، خیرات، رحم، فیض رسانی، تشکر اور والدین اور بڑوں کا ادب کرنے کے بارے میں ایک عظیم واعظ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کثرت سے خدا تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے والا۔''

اسی سے امید کی وہ پہلی کرن نکلتی ہے کہ مغربی ذہن اب زیادہ دیر تک سچائی کی روشنی کو روک نہ پائے گا اور اس سیدھی سادی منطق کے وزن کا ادراک کرلے گا کہ ایسے شخص پر جو مفتریوں اور جھوٹے گواہی دینے والوں کے خلاف سخت گیر ہو، اس پر ساتھ ہی افترا اور جعل سازی کا الزام لگانا کہاں کا انصاف ہے۔

اسلام کے متعلق اس بدلتے ہوئے مثبت رویہ کی ایک نہایت ہی پرکشش اور جاذب نظر مثال ایک تازہ کتاب ''اسلام اینڈ دی ویسٹ'' یعنی اسلام اور مغرب ہے۔ اس کتاب میں اسلام کے بارے میں وہ تمام ناروا مواد بڑی محنت سے اکٹھا کیا گیا ہے جو ماضی میں لکھا جاتا رہا ہے۔ صرف اس خاص مقصد کے لئے کہ

''مغربی ذہن کو اس افسوسناک اور قابل ملامت حقیقت سے روشناس کرایا جائے کہ یہ ہیں وہ ہزلیات جو تمہاری تہذیب نے اتنی ڈھٹائی سے ماضی میں قبول کرلیں تھیں۔'' تاہم مصنف نے محسوس کیا ہے کہ اس تمام مواد کا نقل کرنا بھی ذوق لطیف پر گراں ہوگا اور پہلے ہی صفحہ پر مندرجہ ذیل معذرت نامہ کو یوں شروع کیا:

''میں امید کرتا ہوں کہ مسلمان قارئین اس کتاب میں شامل بعض چیزوں سے دل برداشتہ نہ ہوں گے یا یہ نہ سمجھیں گے کہ میں نے ایسی باتوں کا دوبارہ ذکر کرکے غلطی کا اعادہ کیا ہے جو باتیں اور چیزیں نہایت بے ہودہ، ناخوشگوار اور ہتک آمیز ہیں جو ان کے مذہب اور ان کے نبی کے بارے میں کہی گئیں۔''

مصنف نے اس معذرت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ''یورپین لوگوں کو اس بات کا احساس دلانا چاہتے ہیں کہ ماضی میں ان کی تہذیب نے کتنے زیادہ غلط خیالات کو (رسول اکرم ﷺ کے متعلق) اپنایا تھا۔''

اس کے بعد ایک پورے صفحہ پر عربی رسم الخط میں یہ مقولہ درج ہے:

ناقل الکفر لیس بکافر یعنی کفر کو نقل کرنے والا کافر نہیں ہو جاتا۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس دوران میں جبکہ مغرب کے مذہبی عالم اور مصنفین صدیوں سے اس ویرانہ میں بھٹک رہے تھے مسلمانوں سے اتنا بھی نہ ہوا کہ کم از کم ایک معیاری ترجمہ قرآن مجید مغربی لوگوں کے سامنے رکھتے تاکہ وہ خود دیکھ سکیں کہ اسلام نہ تو عیسائیت کا بدل ہے اور نہ ہی اس کا مخالف جو اس کی جگہ لینے آیا ہو بلکہ یہ تو وہ حقیقی عیسائیت ہے جس کی کہ حضرت عیسیٰؑ نے تعلیم دی تھی اور جس کو قرآن مجید نے از سر نو دریافت کیا ہے اور اس کی تکمیل کی ہے جو کچھ بھی قرآن مجید کے متعلق یورپ میں پہنچا وہ عیسائی علماء کے تراجم کے ذریعہ پہنچا جن میں سے پہلا ترجمہ لاطینی زبان میں ۱۱۴۳ء میں شائع ہوا اور اس کے بعد کچھ اور تراجم دوسری زبانوں میں ہوئے۔

یہ وہ تاریخی پس منظر تھا جس میں مولانا محمد علی لاہوری کا ترجمہ منظر عام پر آیا۔ انگریزی زبان میں قرآن مجید کا یہ پہلا ترجمہ تھا جو کہ تاریخ اسلام میں کسی مسلمان کے قلم سے شائع ہو اور جو مغربی علم دانی کے اعلیٰ ترین معیار پر پورا اترا اور یہی وہ نقطہ تھا جہاں سے مغرب میں اسلام کو بہتر طور پر سمجھنے کا ایک نیا دور شروع ہو۔ غلط فہمیوں کی جگہ بہتر قدردانی بلکہ مدح نے لے لی۔ جواب ممتاز مستشرقین کی تصنیفات میں بھی نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر پروفیسر گب (GIBB) کا مندرجہ ذیل اظہار خیال کجا اور کہاں جارج سیل کا ''جعلسازی'' بنانے والا رویہ۔

''درحقیقت قرآن مجید کا ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ایک ولی اللہ اپنے مشاہدہ کو ہرگز عام زبان میں بیان نہیں کرسکتا، وہ اپنے آپ کو ٹوٹے پھوٹے فقروں کی صورت میں کسی حد تک بیان تو کرسکتا ہے جن فقروں کی ہر کیفیت کا بیان اس میں باریک پہلو اور لطیف نکتہ کو دیر تک غور اور مطالعہ کرنے سے ہی قاری پر ان کا صحیح مفہوم کھلتا ہے۔ ایسی کیفیات یا نظارے جن میں آواز کی موسیقی انسانی شعور کو پیغام حق وصول کرنے کے لئے تیار کرتا ہے ایک ناقابل بیان طریق سے اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ان کی تشریح کرنا فقط انہیں مسخ ہی کرسکتا ہے، سونے کی جگہ مٹی اور وجدانی ادراک کی اڑان کی جگہ بے لطف و بے روح عقل کی لڑکھڑاتی ہوئی پیدل چال کو متبادل بنانے کی مترادف ہے۔ قرآن مجید کو انگریزی زبان میں ترجمہ کے لئے لازمی ہے کہ مترجم عربی کی ہشت پہلو اور ہیرے کی مانند الفاظ کی بندشوں کی جگہ واضح اور صحیح صحیح اور اکثر جگہ من مانی اصطلاحیں استعمال کرے اور جتنا یہ ترجمہ لفظ بلفظ ہوگا اتنا ہی پھیکا اور بے رنگ ہوگا۔ حتیٰ کہ ایک سیدھا سادہ فقرہ ''یقیناً ہم ہی زندگی بخشتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری طرف ہی آخر کو لوٹنا ہے'' (سورہ قٓ آیت:۴۳) میں جس زوردار طریق پر ''ہم'' کا لفظ پانچ دفعہ دہرایا گیا ہے اس کو انگریزی یا شاید کسی اور زبان

میں منتقل کرنا ناممکن ہے۔''

جس آیت کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے اس کا صحیح ترجمہ اور اس حصہ کو بھرپور انداز میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں ہے اور وہ عربی عبارت اس طرح بیان ہوئی ہے۔ انا نحن نحي و نميت و الينا المصير.

تلوار کے ذریعہ اسلام کے پھیلنے کی فرضی کہانی کو مسترد کرتے ہوئے ایچ جی ویلز رقمطراز ہے۔

''اگر کوئی قاری اس خام خیالی میں مبتلا ہے کہ ایک اعلیٰ تہذیب، خواہ ایرانی ہو یا رومی، یونانی ہو یا مصری، (اسلامی تہذیب کے) اس طوفان میں (یونہی) غرق ہوگئی تو جتنی جلدی وہ اس خیالِ خام کو اپنے ذہن سے نکال دے اتنا ہی اس کے لئے بہتر ہوگا۔ اسلام غالب آیا صرف اس وجہ سے کہ وہ اس دور کا بہترین سماجی اور سیاسی نظام تھا۔ وہ غالب آیا کیونکہ اسے ہر جگہ ایسی عوام کا سامنا ہوا جو سیاسی طور پر بے حس ہو چکی تھی۔ وہ جنہیں لوٹا گیا تھا، دبایا گیا تھا، غنڈہ گردی کا نشانہ بنایا گیا تھا، جو ان پڑھ اور غیر منظم تھی اور (حاکم) عوام کے مسائل سے حد درجہ غافل اور لاپرواہ تھے۔ اس کے مقابل میں اسلام لطیف سیاسی تصور کا حامل تھا جو کہ کبھی بھی دنیا میں آیا ہو اور یہ بنی نوع انسان کے لئے ایک بہترین زندگی کا نظام اور تصور پیش کرتا تھا۔''

خود کلیسا کے اندر بھی عیسائیت کے عقائد کے مختلف پہلوؤں کا صحیح معنوں میں از سرِ نو جائزہ لینے کی ضرورت کا ادراک بڑھ رہا ہے۔ کلیسا کا ایک ممتاز عہدہ دار اپنی ایک بڑی ہی بصیرت افروز کتاب میں بحث کرتے ہوئے کہتا ہے کہ عیسائیت بھی توحید کا سبق دیتی ہے اور بیٹا اور روح القدس دراصل فقط خدا باپ کے دو صفاتی نام ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے رحمٰن اور رحیم اللہ کے نام ہیں ایک اور کتاب (TO GOD HONEST) یعنی خدا کے بارے میں ہمیں ایمانداری سے کام لینا چاہئے۔ میں جو کہ چرچ آف انگلینڈ کے ایک ممتاز بشپ کی تصنیف ہے اس بات کی ترغیب دیتی ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ عیسائیت کو بچایا جائے تو ہمیں خدا کے اس تصور کو جواب تک پیش کیا جاتا رہا ہے۔ نئے حقائق کی روشنی میں نئے انداز سے پیش کرنا ہوگا۔

کیونکہ سائنسی علوم نے کائنات کے متعلق جو جدید تصورات اور انکشافات کئے ہیں ان کی روشنی میں خدا تعالیٰ اور زندگی کی حقیقت اور ماہیت بالکل ایک نئے انداز میں سامنے آئی ہے، اور اب یہ بالکل واضح طور پر نظر آرہا ہے کہ کلیسا نے حضرت عیسیٰؑ سے بھی دیانت داری نہیں کی اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کیں جن کی تعلیم انہوں نے کبھی بھی نہیں دی تھی۔ اور اس بات کی ضرورت ہے کہ کلیسا بھی حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت اور تعلیمات کے بارے میں دیانت داری سے کام لے۔ جب یہ ہو جائے گا اور یقیناً ایسا ہی ہوگا تو معلوم ہو جائے گا کہ قرآن مجید ہی واحد ایسی کتاب ہے جو کہ حضرت مسیحؑ کے بیان کردہ صحیح اور سچے تصورِ خدا کو پیش کرتی ہے جو تصور قدرت کے حقائق اور عقل کے تقاضوں پر پورا اترتا ہے۔

مغربی ذہن اس سے پہلے کبھی بھی اتنے نازک مذہبی اور نظریاتی ہیجان سے دوچار نہیں ہوا جتنا کہ آج ہے۔ خدا پر یقین تیزی سے روبہ تنزل ہے اور جب ایمان ہی کھوکھلا ہو جاتا ہے تو پوری تہذیب کا تار و پود بکھرنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔ جدید انسان اس تمثیلی حکایت کے انسان کا نمونہ پیش کر رہا ہے جس نے کہ ساری دنیا پالی مگر اپنی روح کھو بیٹھا۔ خدا کی ہستی پر محکم ایمان کے بغیر انسان کی زندگی ایک کھوکھلی اور بے مقصد زندگی ہوتی ہے اور ایک بے مقصد زندگی، زندگی میں خلا اور بے چینی کو جنم دیتی ہے۔ دہریہ پن کا زہر جو کہ آج کل کی زندگی کی بنیادوں کو کھا رہا ہے اس کا بجز خدا کی ہستی پر ایک زندہ اور متحرک ایمان اور خدا کے ساتھ انسان کے ذاتی تعلق کو بحال کرنے کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں۔ کوئی فلسفہ یا سائنس یہ کام سرانجام نہیں دے سکتی۔ صرف خدا کا زندہ کلام ہی انسان کو شک اور ناامیدی کے

دھند لکے سے نکال کر ایمان اور امید کی روشنی سے ہمکنار کرتا اور سچا امن اور راحت بخش سکتا ہے۔ موجودہ دور کے انسان کے لئے (قرآن مجید جو) خدا کا کلام اور آخری کلام ہے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے جو کہ ایک مکمل تعلیم اور ہدایت لئے ہوئے اپنی صحیح و سالم شکل میں موجود ہے۔

جدید دور کے انسان کو زندگی کے جو مسائل درپیش ہیں ان کے بارے میں قرآن کریم ایسی ہدایت دیتا ہے جو کہ انسانی ذہن کے محدود علم اور تجربہ کی کمزوریوں سے پاک ہے۔ چونکہ اس کی بنیاد انسانی فطرت کے تقاضوں پر قائم ہے اس لئے یہ بڑا متوازن اور مضبوط نظام پیش کرتا ہے مگر اس سے بڑھ کر یہ انسان کی اندرونی کشمکش کے مسئلہ کے حل میں بھی رہنمائی کرتا ہے جس کا عمل انسان کے شعور پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ یہاں پر بھی اگر کوئی چیز ایسی ہے جو کہ ان اندرونی کشمکشوں کو حل کر کے انسان کو ایک متوازن شخصیت بنا سکتی ہے تو وہ خدا کی ہستی پر زندہ ایمان اور اس سے ذاتی تعلق کا رشتہ ہے۔ قرآنی وحی اس سب سے اہم موضوع اور مقصد یعنی خدا پر ایمان اور خدا کے ساتھ ذاتی تعلق کی شمع کو جلائے رکھنے کے طریق اور اعمال کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جو کہ قرآن کریم کو جدید دور کے انسان کے لئے ناگزیر بنا دیتی ہے۔

ایمان کی روشن شمع کو ایک مغربی زبان میں مغربی ذہن تک پہنچانے کے تاریخ ساز کام کی ذمہ داری حضرت مولانا سے بہتر کندھوں پر نہیں ڈالا جا سکتا تھا۔ حضرت مولانا محمد علی لاہوری طبعی طور پر ایک گہرے مذہبی بصیرت کے مالک، یونیورسٹی سے تین ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد جبکہ شاندار دنیاوی مواقع ان کے قدموں میں پڑے ہوئے تھے انہوں نے اپنی زندگی خدمت اسلام کیلئے وقف کر دی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دین کی خدمت کے عہد کو خوب نبھایا۔ انہوں نے ۱۹۰۲ء میں دین اسلام کی خدمت کے لئے قلم اٹھایا جبکہ ابھی انہوں نے نوجوانی کے دوسرے عشرے میں قدم رکھا تھا اور پھر نصف صدی تک اس قلم کو بے تھکان نہایت خلوص اور قربانی کے جذبہ سے چلاتے رہے اور اس وقت تک اس قلم کو نہ چھوڑا جب تک کہ دست قضا نے یہ قلم ان کے ہاتھ سے نہ چھین لیا۔

قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ اور تفسیر کرنے کے کام نے انہیں سات سال مسلسل تحقیق اور مطالعہ میں مصروف رکھا (۱۹۰۹ء تا ۱۹۱۶ء) اس سلسلہ میں الفاظ اور آیات کے صحیح معنی اور مفہوم کو تلاش کرنا، رکوع اور سورتوں کے مضامین اور ان کے باہم کے تعلق کو دریافت کرنا یا ان کو سابقہ اور آئندہ رکوع اور سورتوں سے جوڑنا تا کہ یہ دکھایا جاسکے کہ قرآن کریم کی سورتوں کی موجودہ ترتیب ہی نہایت صحیح اور آپس میں گہرا ربط رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ تن تنہا رات و دن مسلسل سات سال تک سخت محنت اور جانفشانی سے کام کرتے رہے جس کو سوچ کر ہی انسانی ذہن چکرا جاتا ہے۔

اس کا صلہ یہ نکلا کہ جب ۱۹۱۷ء میں یہ ترجمہ شائع ہوا تو مغرب کے علمی حلقوں اور روشن خیال مسلمانوں میں اس کی شہرت کی گونج اٹھی۔ یہ ترجمہ اور تفسیر ایک ایسا تحقیقی شاہکار تھا جس نے علم اور ایقان کے دریچے کھول دئے اور بعد میں شائع ہونے والے مسلمان اور کئی نومسلم مترجموں نے بھی اس اعلیٰ نمونہ کی تقلید کی۔ اس کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ قرآن کریم پر اس وقت تک کی گئی تنقید کا بھرپور اور مدلل جواب دیا گیا تھا۔ اس کا دیباچہ خود تحقیق کا خزانہ ہے جو کہ ایک سچے الہامی مذہب کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس میں محض خالی خولی فوقیت الاپنے یا ادبی موشگافیوں کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ اور نہ ہی پرانے مقبول عام خیالات کی پیروی یا سستی شہرت کمانا مقصود تھا۔ یہ خدا کے کلام کی ایک نہایت ایماندارانہ اور اخلاص سے بھرپور وفادارانہ خدمت کا جذبہ تھا اور جس کا مدعا قرآن کریم کی عبارت کا انتہائی دیانت کے ساتھ صحیح ترجمہ اور مفہوم پیش کرنا تھا۔

(بقیہ صفحہ ۱۸ پر)

حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ (مفسر قرآن انگریزی واُردو)
کے چند لاثانی اور غیر فانی شاہکار اور علمائے کرام کی آراء

ادارہ

قرآن پاک کی انگریزی اور اُردو تفسیریں

''مولانا محمد علی صاحب نے قرآن کا انگریزی ترجمہ کر کے اسلام کی جو مہتمم بالشان خدمت سرانجام دی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔ اس ترجمہ کی بدولت نہ صرف ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی بلکہ ہزاروں مسلمان بھی اسلام سے زیادہ قریب آگئے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نہایت مسرت سے اعتراف کرتا ہوں کہ یہ ترجمہ اُن چند کتابوں میں سے ہے جو چودہ پندرہ سال پہلے جب میں ظلمتوں اور دہریت کی گہرائیوں میں بھٹک رہا تھا، میرے لیے شمع ہدایت بن کر آئیں اور مجھے اسلام کا راستہ دکھایا۔

(مفسر قرآن عبدالماجد دریابادی، اخبار ''سچ'' ۲۵ رجون ۱۹۹۲ء)

''یہ ایک انگریزی زبان میں نہایت صحیح ترجمہ ہے۔ جس میں معلومات سے بھرے ہوئے نوٹ درج ہیں۔ جو قرآن کریم کی تفاسیر اور صحف یہود ونصاریٰ کے گہرے مطالعہ پر مبنی ہیں... یہ ترجمہ اور اس کے حواشی اس زہر کا نہایت ضروری تریاق ہیں جو سیل راڈویل اور پامر جیسے انگریزی مترجمین کے فٹ نوٹوں میں پایا جاتا ہے۔'' (مولانا محمد علی جوہر ''خودنوشت حیات'')

''مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی... کے قلم سے نکلی ہوئی (اُردو) تفسیر... موجودہ زمانہ کی بہترین مذہبی تصنیفات میں شمار ہونے کے قابل ہے... مولوی صاحب نے ضرورتِ وقتیہ کو مدنظر رکھ کر قرآن حکیم کے حقائقِ عالیہ پر نہایت خوبی سے روشنی ڈالی ہے... غیر ضروری تطویل اور مُخلِ مقصود اختصار، یہ دو عیب عموماً ہماری تفسیروں میں پائے جاتے ہیں لیکن یہ تفسیر... ان سے پاک ہے۔ اس تفسیر میں مناسب موقع پر ان شکوک وشبہات کے بھی شافی جواب دیئے گئے ہیں جو جدید تعلیم یا صحبت کے اثر سے ناواقف مسلمانوں کی طبیعتوں میں پیدا ہوتے یا غیر اقوام کی جانب سے کئے جاتے ہیں... اسی طرح جو لوگ اس مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ قرآ مجید کی تعلیمات محض روحانی دائرہ تک محدود ہیں۔ اور معاشرتی اور تمدنی یا سیاسی امور سے انہیں کوئی تعلق نہیں۔ اس تفسیر کے مطالعہ سے ان کی غلط فہمیاں بھی بہت کچھ رفع ہو سکتی ہیں.... زبان سلیس اور آسان ہے۔ اور اس میں مولویانہ اُلجھن نہیں ہے۔ جس سے تھوڑی قابلیت رکھنے والے کو مطلب سمجھنے میں دِقت ہو۔''

(مدیر محترم ماہنامہ ''اسوۂ حسنہ'' میرٹھ جولائی ۱۹۱۶ء)

''مولانا محمد علی امیر جماعت (احمدیہ لاہور) کا ترجمہ وتفسیر قرآن انگریزی زبان میں پہلا ترجمہ تھا جو کسی مسلمان کے ہاتھوں سرانجام پایا گزشتہ ربع صدی میں انگریزی خواں طبقے کو قرآن سے زیادہ دلچسپی پیدا ہوئی ہے۔ اس کا ایک بڑا سبب مولانا محمد علی کا 'ترجمۃ القرآن' ہے آج مولانا ابوالکلام آزاد نے مطالب قرآنی کو واضح کرنے کے لیے جو طریق اختیار کیا ہے اس کا نمونہ مولوی محمد علی نے اب سے پچیس سال پہلے پیش کر دیا تھا۔''

(علامہ ڈاکٹر شیخ محمد اکرام، موج کوثر صفحہ ۱۰۵ طبع اوّل)

''مولوی محمد علی ایم اے (متوفی ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۱ء) اُن شخصیات میں سے ہیں۔ جنھوں نے انگریزی اور مغربی تعلیم بدرجہ عالی پائی ہے۔ انہوں نے قرآن کا انگریزی میں بھی ترجمہ کیا ہے۔ جو ادبی حلقوں میں مقبول ہے۔ اُن کا اُردو ترجمہ اور تفسیر ''بیان القرآن'' تین جلدوں میں ہے... متنِ قرآن دیدہ زیب طبع ہے۔ اور تحت السطور اُردو ترجمہ ہے اور نیچے حاشیہ پر تفسیر ہے۔ ترجمہ سلیس ہوتے ہوئے بھی اَدبی متانت لیے ہوئے ہے۔ لسانی

حیثیت سے فصاحت اور شستگی ہے۔

انہوں نے بہت محتاط ہو کر ترجمہ کیا ہے۔ نصِ قرآن اور ترتیب الفاظ کا خیال رکھنے کے باوجود ترجمہ میں روانی اور تسلسل قائم ہے...ان کے ترجمے کا طریقہ یہ ہے کہ سورت کا نام لکھنے کے بعد خلاصہ مضمون لکھتے ہیں۔ اس کے بعد اس کا تعلق کن سورتوں اور آیتوں سے ہے اس کی وضاحت فرماتے ہیں۔ تاریخ نزول اور ترتیب نزولِ آیات پر بحث کرتے ہیں۔ تعلق اور ترتیب کے بارے میں تین قسم کے ربط اور تعلق پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ اوّلاً آیات کا باہمی تعلق ثانیاً ہر سورت کے رکوعوں کا باہمی تعلق اور مختلف سورتوں کا باہمی تعلق اس کے علاوہ ہر رکوع کا خلاصہ اس کے آخر میں دے دیا گیا ہے۔ سورتوں کے نام میں جو حکمت ہے اس کی بھی مترجم نے تشریح کر دی ہے۔ مولانا محمد علی نے ترجمہ بڑے خلوص اور رائے عامہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا ہے۔

(ڈاکٹر صالح عبدالحکیم شرف الدین، قرآن حکیم کے اُردو تراجم ۳۲۴ تا ۳۲۶، طبع ۱۹۸۴ء)

''محمد علی لاہوری کی انگریزی تفسیر قرآن...اور سب سے بڑھ کر ان کی اُردو تفسیر 'بیان القرآن' تین جلدوں میں ـــ بحیثیت مجموعی بڑی قابل قدر ہے۔ اسلام اور قرآن کی حقانیت کا نقش دل پر ثبت کر دینے والی۔''

(مولانا عبدالماجد دریابادیؒ، معاصرین صفحہ ۴۳، طبع اوّل ۱۹۷۹ء)

''یہ اس خوبی کی تفسیر ہے کہ شاید اُردو زبان کا خزانہ ایسے تابناک جواہر ریزے بڑی مشکلوں سے بھی نہ نکال سکے۔''

(مولانا ظفر علی خاں صاحبؒ، اخبار زمیندار، ۱۵ اپریل ۱۹۱۵ء)

''لاہور سے ۱۹۱۸ء میں ایک خاص اہتمام کے ساتھ ایک نیا ترجمۃ القرآن حامل المتن مع حواشی تفسیر نکلا۔ یہ ترجمہ مولوی محمد علی ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کے قلم سے تھا۔ یہ تفسیری ترجمہ جدید انگریزی خواں جماعت کی ذہنیت کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا تھا۔ اور تعلیم یافتہ مسلمانوں میں خوب مقبول ہوا۔ غیر مسلموں میں بھی اس کی مانگ اچھی خاصی ہوئی اور مدتوں یہی ترجمہ باہر والوں کی نظر میں ''اسلامی'' حیثیت سے سمجھا جاتا رہا۔ اس کے شروع میں ایک بڑا مفصّل دیباچہ ہے۔ جس میں اصول دین وعقائد واحکام شریعت سب ضروری تفصیل کے ساتھ آ گئے ہیں۔ اور غیر مسلموں کو اس کے ذریعے سے پوری واقفیت اور رہنمائی اسلام کے متعلق ہو جاتی ہے۔ پھر ہر سورت کے شروع میں سورت کے مضامین ومباحث سے متعلق ایک سلجھا ہوا مقدمہ ملتا ہے۔ صفحے کے دو کالموں میں داہنے میں متنِ قرآن درج ہے اور بائیں کالم میں آیت کا نمبر ڈال کر اس کا انگریزی ترجمہ، نیچے کے حصّے میں تفسیری حواشی درج ہیں۔ ''احمدیت'' اِن حواشی میں زیادہ نہیں....اس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اور ۱۹۳۸ء میں اس کا اختصار بھی شائع ہو چکا ہے یعنی محض ترجمہ بہ حذف تفسیری حواشی۔''

(''معلوماتِ قرآن''، صفحہ ۱۸۶ اور ۱۸۷، ناشر مکتبہ الحسانات دہلی طبع ۱۹۹۳ء)

''دی ریلیجن آف اسلام'' اُردو ترجمہ بنام ''دینِ اسلام''

(اس عظیم شاہکار کی تالیف پر حضرت مولانا موصوف کو حکومت کی طرف سے انعام بھی ملا تھا)

''نہایت مفید کتاب ہے۔ دینِ اسلام کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے از بس ضروری ہے۔

(علامہ سر محمد اقبالؒ مکتوب بنام مولانا محمد علی لاہوریؒ)

''بڑی مدّت سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اسلام پر کوئی ایسی مستند کتاب لکھی جائے جو اس کے مفہوم اور اس کے مشن کو کما حقہ واضح کرے۔ اس قسم کی کتاب کی ضرورت اس لیے بھی زیادہ تھی کہ جو لٹریچر اسلام کے متعلق غیر مسلم مشنریوں کی طرف سے نکلتا تھا اس میں عام طور پر اسلام کی غلط تصویر پیش کی جاتی تھی۔ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مولانا محمد علی صاحب نے سالہا سال کے تجربے اور مطالعے کے بعد یہ کتاب لکھی ہے۔ مصنف نے اوّل سے آخر تک قرآن کریم اور حدیث اور دیگر مستند کتب سے بکثرت حوالجات درج کرنے میں غیر معمولی محنت کی ہے۔ اور اس طرح یہ کتاب گویا اسلام کی انسائیکلو پیڈیا ہے۔''

(اخبار ایسٹرن ٹائمز لاہور، ۲۸ فروری ۱۹۳۶ء)

''یہ کتاب نہایت جامع اور دقیق معلومات سے لبریز ہے۔ اس میں اسلامی فلسفۂ فقہ، معرفت الٰہی اور شریعتِ اسلامیہ پر

نہایت مفصّل اور عالمانہ بحث ہے۔ یہ کتاب مصنف کی اعلیٰ قابلیت، وسیع معلومات اور انتہائی محنت کا نتیجہ ہے۔''

(سر ایس۔ ایم۔ سلیمان مرحوم چیف جسٹس)

سیرتِ خیرالبشر، انگریزی ترجمہ بنام Muhammad The Prophet،

(یہ بلند پایہ تصنیف مدتوں پنجاب یونیورسٹی میں داخلِ نصاب رہی)

''سیرت نبوی پر مولانا محمد علی صاحب لاہوری کی یہ کتاب بھی ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۰ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ تبلیغی طرز تحریر پر سیرت نبوی پیش کرنے کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اس میں حیاتِ مقدسہ کے حالات سادہ طرز پر مگر نہایت شستہ انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ آخر کے باب میں حضور اکرم صلی اللہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کو نہایت دلِ نشین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ اخلاقی امور جن کی ضرورت کم و بیش ہر شخص کو اپنی زندگی میں پیش آتی ہے۔ ان کی جانب بطور خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ طرزِ نگارش مؤثر اور تبلیغی ہے۔ حالات کے بیان میں مخالفین کی نکتہ چینیوں کا بھی جواب آ گیا ہے۔ یہ کتاب ۳۲ ابواب پر مشتمل ہے اور انداز بیان عام فہم اور دلنشین ہے۔''

(ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند، فروری ۱۹۷۲ء)

''لاہوری جماعت احمدیہ نے تعلیم یافتہ طبقہ کے لیے انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر تیار کرنے کے کام میں خاصی دلچسپی کی۔ ان کے کام کو ہندو بیرون ہند کے تعلیم یافتہ طبقہ میں... خاصی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان مصنّفین میں سرفہرست خود جماعت احمدیہ لاہور کے بانی و امیر مولوی محمد علی لاہوری ہیں۔ جنہوں نے انگریزی زبان میں قرآن کا ترجمہ شائع کیا۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا... مولوی محمد علی لاہوری کی ایک کتاب سیرت نبوی کے موضوع پر Muhmaddad The Prophet کے نام سے ہے۔ جو ہندو بیرون ہند میں وسیع پیمانہ پر پڑھی گئی اور تعلیم یافتہ نوجوانوں اور یونیورسٹیوں کے ان اساتذہ، نے اُسے پسند کیا جن کے سامنے سیرت پر انگریزی میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جو نبوت محمدی کی عظمت اور پیغام اسلام سے پردہ اُٹھاتی۔ اور اس ماحول و حالات کی تصویر کشی کرتی جن میں نبوت کا ظہور ہوا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات کو اختصار و جامعیت کے ساتھ پیش کرتی۔

(مولانا سید ابوالحسن ندوی، ''اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنّفین، صفحہ ۳۲ تا ۳۴، طبع اوّل ۱۹۸۲ء، ۱۴۰۲ھ)

''مینول آف حدیث'' اُردو ترجمہ بنام ''اَحادیث العمل''

(یہ کتاب لندن یونیورسٹی میں داخل نصاب ہے)

''امیر جماعت احمدیہ لاہور اپنی عام خدماتِ اسلامی سے مشہور ہیں۔ خصوصاً انگریزی خوانوں کے لیے تو ان کے دینی افادات ہم اہل سنّت کے لیے باعثِ رشک ہیں۔ زیرنظر کتاب ان کی طویل فہرستِ خدمت میں جدید ترین اور مفید اضافہ ہے۔ کتاب ۶۹۰ صحیح حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ مع ان کے انگریزی ترجمہ مع مفصل حواشی اور دیباچہ کے ان میں سے ۵۱۳ حدیثیں بخاری کی ہیں۔ اور باقی بھی مشکوٰۃ کے حوالہ سے مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ ہم کی۔ کتاب ۲۱ بابوں میں تقسیم ہے۔ اور بداء لوحی سے شروع ہوکر باب الامارۃ پر ختم ہوتی ہے۔ درمیان میں کتاب العلم، کتاب الایمان، کتاب الطہارۃ، کتاب الاذان، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الجہاد، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الوصیۃ، کتاب الاداب وغیرہ۔ تمام ضروری ابواب جن کا تعلق ایک مسلمان کی روزمرہ کی عملی ضروریات سے ہوسکتا ہے، آ گئے ہیں۔ اور معاملات و عبادات، معاش و معاد سے متعلق رسول اللہ صلعم کے احکام و ہدایات۔ سنن و معمولات کی ضروری تفصیل خوشگوار جامعیت کے ساتھ ان صفحات میں بیان ہوگئی ہے۔ ہر باب کے شروع میں تمہید و تعارف ایک مناسب انداز کا اور ایک مفید حد تک ہے توضیحی نوٹ خاصے مفصّل ہیں اور بحیثیت مجموعی صحیح و مفید ...بحیثیت مجموعی کام اتنا بڑا ایک ''احمدی'' کے ہاتھ سے انجام پا گیا ہے کہ اس پر تنقید اور نکتہ چینی، خردہ گیری کے مرادف ہوگی۔ کتاب کی چھپائی، کاغذ، جلد، ظاہری حیثیت بالکل انگریزی خواں پبلک کے مذاق و معیار کے مطابق ہے۔

(مولانا عبدالماجد دریابادی، اخبار ''صدق'' لکھنؤ ۲۵، دسمبر ۱۹۴۴ء)

☆☆☆

مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کے مکتوب
حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ کے نام

۱۸۹۷ء تا ۱۸۹۹ء مولانا محمد علی صاحب اور حضرت مرزا صاحب کے درمیان مسلسل خط وکتابت بھی رہتی تھی، اور حضرت صاحب کے کثیر تعداد میں خطوط مولانا محمد علی صاحب کے کاغذات میں محفوظ ہیں۔ جن میں سے بطور نمونہ چند خطوط اور بعض خطوط کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔ یہ خطوط حضرت مرزا صاحب نے اپنی تحریرات کے ترجمے کرنے یا مقدمات میں بعض ڈیفنس پیش کرنے یا اور متفرق معاملات کے متعلق لکھے ہیں۔

خط نمبر (۱)

مجی اخویم مولوی محمد علی صاحب ایم اے سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ پہنچا۔ میں آپ کے لئے بدل وجان دعا میں مشغول ہوں اللہ تعالیٰ خدائے غفور الرحیم آپ کو کامیاب فرمائے۔

امید ہے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے تامل اور توقف اور آہستگی سے جوابات لکھیں گے۔ آپ بھی بہت دعا کرتے رہیں۔ خدا تعالیٰ آپ پر فضل کرے۔ آمین ثم آمین!

ڈاکٹر صاحب کا ابھی تک خط نہیں آیا۔ انتظار ہے۔

راقم: خاکسار غلام از احمد قادیان

۵/دسمبر ۱۸۹۸ء

خط نمبر (۲)

مجی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جس قدر آپ محنت اور کوشش محض خالصتاً للہ کر رہے ہیں۔ دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی نیک جزا آپ کو بخشے آمین!

اس وقت سولہ صفحات کتاب کے آپ کی خدمت میں مرسل ہیں۔ اور بھی جیسا کہ چھپتا جائے گا بھیجا جائے گا، اور آپ نے جو دریافت کیا تھا وہ بہت مناسب ہے جس قدر آپ چاہیں کم کرائیں اور جس قدر چاہیں سوانح میں زیادہ کرائیں، یہ آپ کا اختیار ہے۔

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

۳/جنوری ۱۸۹۹ء

خط نمبر (۳)

مجی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج پرچہ ڈیفنس جو چھاپا جائے گا، ہمراہ اخویم مولوی شیر علی صاحب آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا ہے۔ یہی پختہ رائے ہے جس کو میں قطعی اور ضروری خیال کرتا ہوں کہ آپ اس کو کامل توجہ سے ترجمہ کر کے ساتھ ساتھ چھپواتے جائیں۔ بالفعل مبلغ .....رقم کی مقدار درج کرنا باقی ہے اس کی اجرت بھیجے گئے ہیں۔ اگر زیادہ خرچ ہو تو اخویم بابو تاج الدین صاحب سے لے لیں، اور آپ خوب یاد رکھیں کہ اس ڈیفنس میں انگریزی میں بہت تصریح سے یہ تحریر ہونا چاہئے کہ وہ پیشگوئی جو ۲۱/نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار مباہلہ میں شائع کی گئی تھی وہ پوری ہوگئی اور اس جگہ اشتہارات کا حوالہ دیا جائے کہ فلاں فلاں اشتہار دیکھا جائے۔ اگر اس مضمون میں مجھ سے کچھ فروگذاشت ہوگئی ہو تو آپ اس کو پورا کر دیں۔ بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پاس کرے اور آپ کو ان خدمات کا اجر بخشے، آمین ثم آمین!

خاکسار مرزا غلام احمد

۱۸/جنوری ۱۸۹۹ء

خط نمبر (۴)

محبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو امتحان پاس ہونا مبارک ہو۔ ان دنوں میں جو دن خبر نکلنے کے بہت نزدیک تھے مجھ کو بہت اندیشہ اور از حد خیال تھا۔ الحمدللہ کہ آپ کو اس نے پاس کیا۔ ڈیفنس جو چھاپا جائے گا۔ اگر اس خط کے پہنچنے تک گنجائش ہو تو کسی مناسب موقع پر اس کارروائی کا بھی ذکر کر دیں جو جلسہ طاعون کر کے کی گئی تھی۔

خاکسار مرزا غلام احمد

۸رفروری ۱۸۹۹ء

خط نمبر (۵)

محبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت ۸رفروری ۱۸۹۹ء کو آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ نے جس قدر اپنے جوش اخلاص سے محنت شروع کی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر بخشے، آمین ثم آمین۔

خاکسار مرزا غلام احمد

۸رفروری ۱۸۹۹ء

خط نمبر (۶)

محبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ امید رکھتا ہوں کہ آپ چند روز اپنے گاؤں میں رہ کر پھر اپنے وعدے کے مطابق آٹھ دن رہنے کے لئے اس جگہ تشریف لائیں گے، میں نے وہ کتاب لکھنی شروع کر دی ہے جس کا ترجمہ آپ کریں گے اور اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب لندن جانے کے لئے تیار ہیں تا یورپ میں اس کو شائع کریں۔ مناسب ہے کہ آپ پہلی فرصت نکال رکھیں کہ عید کے موقع پر یہیں نماز پڑھیں۔ غالباً اور بعض دوست بھی آئیں گے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

۲۹رمارچ ۱۸۹۹ء

خط نمبر (۷)

محبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ پہنچا مجھ کو تو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے آپ کے لئے قادیان میں رہنے کے لئے تقریب پیدا کر دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے آپ کے لئے بہت کچھ فضل اور رحمت کا ارادہ فرمایا ہے کہ یہ تقریب قائم ہوگی۔ میرے نزدیک تو بہتر ہے کہ تمام گرمی کے دن اکتوبر کے مہینے تک آپ اسی جگہ قادیان میں رہیں اور جوانمردی سے دینی امور سرانجام دیں۔ اور اس عرصہ میں مولوی صاحب سے قرآن شریف بھی سنیں۔ پھر اکتوبر جو ابتدا سردی کا ہوتا ہے آپ کو اختیار ہوگا کہ اپنے کام میں مشغول ہوں۔ یہ مدت آپ کے لئے انشاء اللہ دینی امور کی تکمیل کے لئے اکسیر کا کام دے گی۔ مجھے آپ پر نہایت نیک ظن ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ آپ اس عرصہ میں بہت ترقیات کر لیں گے۔ میرا مدت سے ارادہ ہے کہ اپنی جماعت کو دو گروہوں میں تقسیم کروں۔

ایک وہ گروہ جو کچھ دنیا کے ہیں اور کچھ دین کے اور بڑے بڑے امتحانوں کی برداشت نہیں کر سکتے اور دین میں بڑے کام بھی نہیں کر سکتے۔ دوسرا گروہ جو پورے صدق اور پوری وفاداری سے اس دروازے میں داخل ہوتے ہیں۔ اور درحقیقت اپنے تئیں اس راہ میں بیچتے ہیں۔ سو میں چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو دوسرے گروہ میں سے کرے۔ آپ ۱۵رمئی ۱۸۹۹ء کے گزرنے کے بعد اس لمبی رہائش کے ارادہ سے تشریف لے آئیں مجھے یقین ہے کہ آپ کو بہت ثواب ہوگا، اس عرصہ میں اگر کسی اور امتحان کا ارادہ ہوگا، تو اس گوشہ تنہائی میں وہ ارادہ بھی پورا ہو سکتا ہے، کیونکہ وقت بہت ملے گا۔ بہر حال میں دیکھتا ہوں کہ بہت مبارک ہوگا، مگر اس عزم کو دل میں پختہ کر لیں کہ آپ بہر حال اکتوبر تک قادیان میں رہیں گے۔

زیادہ خیریت والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۸رمئی ۱۸۹۹ء

☆☆☆

حضرت مولانا محمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

شجر احمدیت کا نہایت ہی شیریں پھل

برکت اللہ راٹھور صاحب سیالکوٹ

مثل مشہور ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے جس طرح شیریں پھل درخت کی مقبولیت اور عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح حضرت مرحوم اس کی ایک روشن دلیل تھے۔ حضرت مسیح موعود کی صداقت کی عظمت کی اور اسلام اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی حقانیت کی۔

جس قدر شیریں پھل ہوگا اسی قدر اس درخت کی عظمت دلوں میں گھر کر جائے گی، اور اسی قدر اس کی حفاظت و نگہداشت ہوگی۔ حضرت امیر مرحوم صحیح معنوں میں مجاہد کبیر تھے۔ وہ شجر احمدیت کا بہترین پھل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے پھل دار درخت کی طرح ہر آن ان کی حفاظت کی، کیونکہ پھل اپنے درخت سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود کا ایک شعر ہے ؎

اے آنکہ بسوئے من بدویدی بصد تبر

از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد تحریک احمدیت کو ایک سخت بحران سے دوچار ہونا پڑا۔ جو قریب تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی صحیح تعلیم کو مسخ کر دے، اور اس طرح مجدد زمان کی بعثت کی غرض و غایت تشنہ تکمیل ہو کر رہ جائے۔

ایک طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند تھے جو اپنے انتہا پسندانہ نظریات کو قوم پر ہر قیمت پر ٹھونسنا چاہتے تھے اور جیسا کہ پیر پرست طبقہ کی عادت ہے وہ ان انتہا پسندانہ نظریات کو بلا چون و چرا قبول کرتا چلا جا رہا تھا۔ ماسوا جماعت کے ایک فہیم طبقہ کے جو کہ حسب معمول اقلیت میں تھا۔ مؤخر الذکر گروہ کی قیادت حضرت امیر مرحوم فرما رہے تھے۔

انہوں نے میاں صاحب کو بہتیرا سمجھایا وہ حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کے سلسلہ میں غلو سے کام نہ لیں۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی بلکہ حضرت امیر مرحوم اور ان کے ساتھیوں کو انصار اللہ کی پشت پناہی کے بل بوتے پر قادیان سے نکال دینے پر تلے ہوئے تھے۔ ان کی زندگیاں ہر وقت خطرہ میں تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی کہ وہ ذرا نہ گھبرائے۔

حضرت امیر مرحوم حضرت مسیح موعودؑ کی پاک تعلیم کو یوں ضائع ہوتے نہ دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ یہ چھوٹا سا گروہ سنت نبویؐ کے مطابق حضرت امیر مرحوم کی قیادت میں قادیان چھوڑ کر لاہور چلا آیا۔ یہ چند نفوس پر مشتمل قافلہ جن کے پاس نہ کوئی مال تھا اور نہ کوئی دفتر اور نہ کوئی عملہ تھا، احمدیہ بلڈنگس لاہور میں فروکش ہوا۔ لیکن گو ان کے پاس سرمایہ نہ تھا، مگر ان کے دل نور ایمان سے منور تھے۔

بنی ہوئی عمارت کو زیر استعمال لانا تو سب جانتے ہیں لیکن نامساعد حالات میں ایک نئی عمارت کھڑی کرنا معمولی کام نہیں۔ حضرت مولانا نے اپنی قوت ایمانی اور دن رات کی جانفشانی سے نیست سے ہست کر دکھایا۔ احمدیت کا پودا جو نہایت ناتواں حالت میں احمدیہ بلڈنگس میں اگایا گیا وہ اس مجاہد کبیر کی آبیاری اور دن رات کی دیکھ بھال سے ایک تناور درخت بن گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی شاخیں مشرق سے مغرب تک پھیل گئیں۔

جیسا کہ پہلے عرض کی جا چکی ہے حضرت امیر مرحوم ایک دلیل تھے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر۔ حضرت ممدوح نے ایک رویاء میں حضرت مولانا کو ایک قلم عطا فرمایا۔ اس قلم سے آپ نے ایسا قلمی جہاد کیا جس کی مثال تاریخ اسلام میں شاذ و نادر ہی نظر آتی ہے۔

قرآن مجید کا اردو ترجمہ اور تفسیر آپ کا شاہکار ہے، ایسی تفسیر برصغیر پاک و ہند میں کوئی نہ کر سکا۔ اور میرا خیال ہے کہ آئندہ بھی کوئی نہ کر سکے گا خواہ وہ کتنی بھی کوشش کیوں نہ کرے۔ اور خواہ اس کے پاس وسائل کی بھرمار بھی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے شاگرد رشید کی لکھی ہوئی ہے، اور اس طرح پر حضرت مسیح موعود کا ایک نشان ہے۔

قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ بھی حضرت مولانا نے خود کیا جو بلحاظ زبان اور طرز بیان کی ایک معیاری حیثیت رکھتا ہے اور اس لحاظ سے مغربی اقوام میں بے حد مقبول ہے۔ اور اس کے طفیل ہزاروں نیک روحیں حلقہ بگوش اسلام ہو چکی ہیں۔ اور پھر اسلامی اصولوں پر ہزاروں صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب THE RELIGION OF ISLAM دین اسلام تالیف فرمائی۔ جو درخود ایک معجزہ سے کم نہیں۔

اس کے مطالعہ سے مغربی اقوام کے بے شمار علماء اور مصنفین نے بے حد استفادہ حاصل کیا ہے۔ ان کتب کے علاوہ دیگر بے شمار کتب، رسالے اور پمفلٹ شائع کئے اور زندگی کے آخر لمحوں میں بھی جبکہ بیماری کا زور تھا اس کام سے غافل نہ ہوئے۔ یہ اعجاز مسیحائی نہیں تو اور کیا ہے۔

تفسیر بیان القرآن برصغیر ہندو پاک کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس سرزمین کو ایک اعلیٰ تفسیر و ترجمہ کی اشد ضرورت تھی۔ کیونکہ عربی سے ناواقف ہونے کے باعث عوام قرآن کریم کی تعلیم سے بے بہرہ تھے۔

پکی روٹی کے ملاؤں کی من مانی تاویلوں اور من گھڑت افسانوں سے عوام مذہب سے متنفر ہو چکے تھے اور اکثر دہریہ ہو چکے تھے۔ حضرت مولانا کی تفسیر نے ان کے تمام شکوک و شبہات دور کر دیئے۔ اور اب وہ پھر سے آغوش اسلام میں آبیٹھے ہیں۔ جو اسلام پر پھبتیاں کستے تھے۔ وہ اس کے والہانہ عاشق ہو گئے۔

اس تفسیر پر جس کی بھی نظر پڑی، وہی اس پر فریفتہ ہو گیا۔ ایک دفعہ راقم الحروف نے ایک پرانا نسخہ مرمت کے لئے جلد ساز کو دیا۔ ایک شخص کی نظر پڑ گئی مطالعہ شروع کر دیا۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ نہایت ہی اعلیٰ پایہ کی تفسیر ہے۔

دراصل ایسی تفسیر کسی نے بھی پہلے دیکھی نہ ہوگی۔ ان کی ایک جلد کا صفحات کی یادداشت کے لئے جو دھاگہ ہوتا ہے، اُکھڑ گیا تھا جلد ساز کو دھاگہ رکھنے کے لئے دیا۔ یہ زیادہ سے زیادہ پانچ دس منٹ کا کام تھا۔ لیکن ایک ہفتہ گذر گیا۔ دو ہفتے گذر گئے۔ لیکن یہ معمولی سا کام بھی نہ ہو سکا۔

استفسار پر وہ مسکرائے، میں سمجھ گیا کہ مطالعہ ہو رہا ہے۔ اور آخر بیان القرآن کی عظمت ان کے دل میں گھر کر گئی ہے۔ یہ صاحب حافظ قرآن ہیں اور اہل سنت والجماعت کے پیش امام اور خطیب ہیں۔ اللہ اللہ کس قدر احسان ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے شاگرد رشید کا لوگوں پر جنہوں نے اسلام کی خوبصورت تصویر دنیا کے سامنے پیش کی۔ جس کے دیکھنے سے اپنے بھی اور غیر بھی محظوظ ہوتے ہیں۔ اس سے قبل بھی مفت تقسیم کے لئے انجمن سے قرآن کریم منگوا کر لوگوں میں تقسیم کیا۔ جس کے مطالعہ سے ان کی آنکھیں کھل گئیں۔

وہ ہمارے مخیّر حضرات جنہوں نے قرآن کریم کی مفت تقسیم کے لئے گرانقدر رقوم انجمن کو عطا کیں، انہوں نے تو یقیناً اپنا گھر جنت میں بنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دنیوی کاروبار میں بھی برکت ڈالے اور ہر مقام پر اللہ تعالیٰ ان کی حامی و ناصر ہو۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

''ہمارا کام قرآن کریم کو پہنچا دینا ہے آگے وہ اپنا کام خود

کر لے گا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ قد افلح المؤمنون۔ یعنی مؤمن یقیناً کامیاب ہیں۔ حضرت امیر مرحوم کی کامیابی کا راز اسی حقیقت میں مضمر تھا کہ وہ یقیناً مومن تھے۔ ان کی زندگی ہر پہلو اپنے اندر ایک مومنانہ شان لئے ہوئے تھی۔

قادیان کی زندگی کے آخری ایام میں جن مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو گھبرا جاتا۔ لیکن ان کے پائے ثبات میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی۔ انہوں نے ایک چھوٹی سی جماعت سے وہ کام لیا جو بڑی سے بڑی جماعتیں بھی نہ کر سکیں۔ ایسا کام انہیں سے ہو سکتا ہے۔ جن پر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کا اتار ہوتا ہے جو ان سے کہتے ہیں:۔

''تم نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے''

حضرت امیر مرحوم قیادت کی اعلیٰ صفات کے بھی حامل تھے۔ خلوصِ نیت ایمانداری، محبت، رواداری اور جذبۂ ایثار کی صفات ان میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ ان کے فرمودات سے ان کی عظیم شخصیت کا پتہ چلتا ہے۔

ان کی باتیں محبت سے لبریز ہوتی تھیں۔ جس کے باعث جماعت ہر بڑی سے بڑی قربانی کرنے کو تیار ہو جاتی تھی۔ کیونکہ صدق دل سے نکلی ہوئی بات اثر رکھتی ہے۔ ان کی بعض باتیں تو ضرب المثل کا درجہ رکھتی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا:۔

''اتحاد و انصاف بڑی چیز ہے جدھر چلو اکٹھے چلو''

جماعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''خوب یاد رکھو کہ یہ عظیم الشان عمارت جس کی بنیاد خدا کے مامور کے ہاتھوں نے رکھی اور جس کی تعمیر میں سالہا سال سے ایک قوم کی قوم دینی باتوں اور اپنی قوتوں اور مالوں سے لگی ہوئی ہے۔ یہ کوئی معمولی چیز نہیں جس کو گرا کر پھر کل بنا سکو۔ اس لئے اگر کچھ کر سکتے ہو، تو اپنی ہمت اور طاقت کو اس کام کو قوت دینے میں لگاؤ......ہوا تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے مگر آخر تمہاری طاقت بھی، تمہارا مال بھی اس پر صرف ہوا ہے۔ اپنی چیز کو اپنے ہاتھوں سے برباد نہ ہونے دو۔ لہٰذا آپ کو میری نصیحت ہے۔ مقابلہ کی طاقت اپنے دشمن کے لئے رکھو، اور جھکنے کی طاقت اپنے بھائیوں کے لئے رکھو۔''

جب بھی میں یہ الفاظ پڑھتا ہوں تو مجھ پر رقت سی طاری ہو جاتی۔ اللہ اللہ کس شان کے یہ الفاظ ہیں۔

حضرت امیر مرحوم نہایت منکسر المزاج تھے انہوں نے ملت کے کاروبار کے مقابلہ میں اپنی ذات کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اپنی بات تحکم سے منوانا ان کے ضمیر کے خلاف تھا۔ ہمیشہ تالیف قلوب کیا کرتے تھے۔

ایک بار جماعت کے ایک آدمی نے اپنے بیٹے کی شادی کی۔ لیکن اس نے حضرت کو شادی میں شمولیت کی دعوت نہ دی۔ جب شادی ہو چکی تو حضرت امیر مرحوم ان کے گھر تشریف لے گئے اور بڑے صدق دل سے ان کو مبارک باد دی۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ کو تو اس نے بلایا بھی نہیں۔ آپ اس کو کیوں مبارک باد دینے اس کے گھر چلے گئے۔ تو آپ نے کیسی پیاری بات کہی۔ فرمایا:۔

''اس نے وہ کیا جو اس نے اچھا سمجھا، میں نے وہ کیا جو میں نے اچھا سمجھا۔''

اللہ اللہ کیا اعلیٰ نمونہ ہے ہمارے لئے۔ اس کو کہتے ہیں تالیف قلب۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم حضرت امیر مرحوم کے نقش قدم پر چل کر خدا اور رسول کے احکام بجالائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

ملکی و عالمی خبریں

گورنر مکہ کی طرف سے حفاظ قرآن کی حوصلہ افزائی

سعودی عرب سے شائع ہونے والے جریدے ''الاقتصادیۃ'' کے مطابق مکہ مکرمہ کے گورنر شہزادہ عبدالمجید بن عبدالعزیز نے پچھلے دنوں مسجد حرام میں ''جمعیت برائے حفظ قرآن'' (جمعیۃ تحفیظ القرآن الکریم) کے تحت چلنے والے مدارس کے سالانہ امتحان میں اوّل آنے والے حفظ کے طلبہ کو انعامات تقسیم کیے۔ یہ انعامات قرآن کریم کے مکمل اور نصف حفظ کے لیے تقسیم کیے گئے جمعیت برائے تحفیظ قرآن کریم کے تحت حفظ قرآن کے حلقوں سے اس سال ۳ ہزار سے زائد طلبہ نے سالانہ امتحانات میں شرکت کی، یہ امتحانات مسجد حرام اور مکہ مکرمہ اور بعض دیگر مسجدوں میں منعقد کیے گئے۔ حفظ کے شعبوں میں کامیاب ہونے والے دیگر طلبہ کو بھی انعامات تقسیم کے جائیں گے۔ ان انعامات کا مقصد سعودی معاشرے میں حفظ قرآن کا رواج عام کرنا اور نئی نسل کو اس کے حفظ کی طرف راغب کرنا ہے۔

☆☆☆

اسرائیل میں توریت کے ذریعہ پٹرول کی تلاش

مصر کے مشہور آفاق عربی روزنامہ ''الأهرام'' کے مطابق ایک یہودی عالم ''توفیا لوشکین'' نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ اسرائیل میں توریت کے ذریعہ تیل کی تلاش کرے گا، لوشکین نے پریس کو بتایا کہ اسے اللہ کی جانب سے الہام ہوا ہے کہ وہ ''تیل کے نئے کنویں تلاش کرے۔'' ''الاہرم'' کے مطابق برطانوی جریدہ ''آبزرور'' نے لوشکین کا ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں اس نے واضح کیا ہے کہ وہ توریت کے عہد نامہ قدیم کی آیت ۳۳ جس میں حضرت موسیٰؑ نے حضرت یوسف کو تلقین کی تھی کہ ان کی زمین عنقریب پھلوں اور معدنیات سے بھردی جائے گی'' پر اعتماد کرتے ہوئے کہہ سکتا ہے کہ ان معدنیات میں سے ایک پٹرول بھی ہے، توریت کی مذکورہ آیت سفر ''التشنیہ'' سے متعلق ہے، عالم نے مذکورہ آیت کا حوالہ دیتے ہوئے اجتہاد کیا ہے کہ اس آیت میں ''التلال الخالدۃ'' یعنی ''دائمی کنوؤں'' کا ذکر ہے جن کا مطلب تیل کے کنویں ہیں، دلچسپ بات یہ ہے کہ عالم موصوف نے توریت کی ہدایات کے مطابق تلاش کیے گئے تیل کے موہومہ کنوؤں سے نکالے جانے والے تیل کی فروخت کے لیے ایک کمپنی بھی قائم کردی ہے جس کا وہ خود مالک ہے کمپنی کا عبرانی نام عربی تلفظ کی مطابق ''جیفات اولام'' ہے کمپنی کے بانی لوشکین کا کہنا ہے کہ اس نے کمپنی کا نام توریت کی آیت کے الفاظ ''التلال الخالدۃ'' ہی سے اخذ کیا ہے۔

کمپنی نے مئی ۲۰۰۳ء میں اپنے قیام کے چند ہی ماہ بعد انکشاف کردیا تھا کہ اسے اسرائیل کے وسطی حصوں میں تیل کے کنوئیں دریافت ہوئے ہیں جن کی قیمت تین ملیار اسٹرلینی جنیہ ہے جب کہ کمپنی کے بانی اور مالک لوشکین کا کہنا ہے کہ اسے ان کنوؤں کو تیل نکالنے کے قابل بنانے اور ان سے تیل نکالنے کے لیے اٹھارہ ملین ڈالر درکار ہوں گے، لوشکین نے اپنی خداداد صلاحیتوں پر فخر کرتے ہوئے پریس کو بتایا کہ اسے کچھ عرصے قبل

الہام کے ذریعہ یہ ہدایت دی گئی تھی کہ وہ تیل کے نئے کنوئیں تلاش کرے پھر اس نے توریت کی آیات سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے کنوؤں کی تلاش شروع کی جس میں اسے کامیابی نصیب ہوئی۔ جب لوشکین سے پوچھا گیا کہ اگر اس کے تلاش کردہ تیل کے کنویں برآمد نہ ہوسکے یا کسی وجہ سے ان میں سے تیل نہ نکالا جاسکا تو لاکھوں ڈالر کی لاگت سے قائم کی گئی اس کی کمپنی کا کیا ہوگا، اس نے جواب دیا کہ خدائی آیات غلط ثابت نہیں ہوسکتیں ہاں یہ ممکن ہے کہ حکومت ہماری دینی رہنمائی اور دریافت پر اعتماد نہ کرتے ہوئے ہمیں کنوؤں کو تیل نکالنے کے قابل بنانے کے لیے رقم فراہم نہ کرے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم اپنی کمپنی کو پیشہ وارانہ انداز میں چلائیں گے۔ البتہ توریت کے احکام کے مطابق ہفتہ کے روز ہم تیل کی تلاش اور کمپنی کا تمام کاروبار بند رکھیں گے تاکہ اللہ کے منشا کی خلاف ورزی نہ ہو۔

کچھ عرب علماء نے عالم موصوف کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا ہے کہ لوشکین کو غصب کردہ زمین سے اللہ کے نام پر تیل نکالنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہودیوں کے مسلسل گناہوں اور نافرمانیوں کے نتیجے میں اللہ نے کنوؤں کی ملکیت مسلمانوں کے نام منتقل کردی ہے جس کا توریت اور قرآن میں واضح اعلان ہے اور مسٹر لوشکین کی یہ سوچ ان مفروضہ خطروں کا نتیجہ ہے جن سے اسرائیل، اس کی قیادت اور عوام ہمیشہ خوابوں میں ڈرا کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ اسرائیل کو اپنی ضروریات کے لیے تین ہزار بیرل تیل کی یومیہ ضرورت ہے جو سب کا سب باہر سے درآمد کیا جاتا ہے اور اب جب کہ عراق میں امریکی کارروائیوں کے نتیجے میں تیل کی قیمتیں سابقہ تمام ریکارڈ پار کر چکی ہیں تو اسرائیلیوں کو خواب میں توریت اور توریت میں تیل نظر آنے لگا۔

☆☆☆

ملیشیا دنیا کے قدیم ترین جنگلات والا ملک
بعض جنگلات کی عمر ایک سوتیس ملین سال

کویتی روزنامہ ''الوطن'' میں شائع عرب خاتون صحافی رقیہ القلیش کی رپورٹ کے مطابق ملیشیا دنیا کے قدیم ترین جنگلات کا ملک ہے، ایک انداز کے مطابق ملیشیا کے بعض جنگلات کی عمر ایک سوتیں ملین یعنی ایک کروڑ تیس لاکھ سال ہے، ملیشیا میں وسیع ترین ہرے بھرے میدان، شاداب جنگلات، فطری محروسہ علاقے، باغات اور تفریح گاہیں پائی جاتی ہیں، یہاں تک کہ بعض مرتبہ خالی زمین دکھائی پڑنا مشکل ہوجاتا ہے، مختلف الاقسام درخت اور نباتات، مختلف رنگوں، ذائقوں اور سائزوں کے پھل اور پھول نظر آتے ہیں، ملیشیا میں پائے جانے والے مختلف اقسام کے درخت اور ہموار زمین جہاں اس کی فطری شادابی و ہمواری کو بتاتے ہیں وہیں اس کے باسیوں کی موزونیتِ طبع کے بھی غماز ہیں، ملیشیا کا راہی ہوائی جہاز کے زمین پر اترنے سے پہلے ہی اس کے ان ہرے بھرے اور گھنے جنگلات کا نظارہ کرلیتا ہے جو تاحد نظر اس سرزمین رنگ بو کے ساحلوں، پہاڑوں اور وادیوں کے دامن میں پھیلے ہوئے ہیں اور اپنے دیکھنے والوں کا دل جیت لیتے ہیں۔

ملیشیا کی سیاحت وثقافت کی وزارت نے اپنے ایک مطبوعہ بلٹین میں بتایا ہے کہ ملیشیا دنیا کے قدیم ترین جنگلات کا ملک ہے جن کی عمر کا اندازہ ایک سوتیس ملین سال لگایا جاتا ہے۔ ملیشیا کے گنجان اور گھنے جنگلات میں پندرہ ہزار قسم کے پھول پائے جاتے ہیں جن میں ملیشیا کا قومی پھول سلحیۃ (اورکید) اور حجم کے اعتبار سے دُنیا کا سب سے بڑا پھول رافیلز یا شامل ہیں۔ یہ پھول ۹ ماہ

کے اندر اپنے فطری اور مکمل سائز کو پہنچتا ہے۔ ان جنگلات میں درختوں کے جھنڈ، کلیوں اور پھولوں کی منزل تک پہنچنے اور قد وقامت میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کے لیے بے تاب نظر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مرتبہ ان کی اونچائی دوسو میٹر تک پہنچ جاتی ہے۔ ان درختوں کی سبز، زردی مائل، سرخ اور نیلگوں کونپلیں جب سورج کی سنہری کرنوں کے جلو میں ایک دوسرے ساتھ ہم آغوش اور لہراتی ہوئی نظر آتی ہیں تو نباتیاتی حسن کا دلفریب منظر پیش کرتی ہیں۔

کسی زمانے میں ملیشیا ان درختوں کی لکڑی کو آرائش اور تحائف کا سامان بنانے کے لیے استعمال کرتا تھا جس کے دوسرے ملکوں کو برآمد حاصل ہونے والی آمدنی اس کے بجٹ کا اہم حصہ ہوا کرتی تھی لیکن اب کوالالمپور حکومت نے جنگلات کی کٹائی پر سخت پابندیاں عائد کردی ہیں تاکہ اس کے ان قابلِ فخر اور تاریخی جنگلات کو ختم یا کم ہونے سے بچایا جاسکے اور یہ جنگلات ہمیشہ اس کی آب وہوا کو حیات بخش اور فرحت بخش بنانے میں مدومعاون ثابت ہوتے نہیں ہیں۔ حکومت نے طے کیا ہے کہ وہ ملک میں پائے جانے والے جنگلات کی نصف اراضی کو باغات، باغیچوں اور تفریح گاہوں کی شکل میں ترقی دے گی تاکہ وہ دنیا کے مختلف ملکوں سے آنے والے قدرتی حسن کے متوالوں کو دعوتِ نظارہ دیتے رہیں۔ ان جنگلات میں مختلف طرح کے جانور بھی پائے جاتے ہیں جن کی بودوباس کے محیرالعقول طریقے اور انواع واقسام کی بولیاں ان جنگلات کو رونق عطا کرتی ہیں۔

ملیشیا کے ۳۳۰۴۳۴ مربع کلومیٹر میں پھیلے ہوئے رقبہ کے چودہ فی صد حصے میں ربڑ اور زیتون کے درخت پائے جاتے ہیں۔ ربڑ کے درختوں سے ملیشیا جوتے، آپریشن میں کام آنے والے دھاگے، کھیل کا سامان، آپریشن اور علاج ومعالجے کے اوقات میں ڈاکٹروں کے کام آنے والے دستانے بناتا ہے۔ اسی طرح ملیشیا زیتون کا تیل ایکسپورٹ کرنے والا سب سے بڑا ملک شمار ہوتا ہے۔ یہ تیل مختلف اقسام کے کھانوں، دواؤں اور امراض کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ملیشیا میں پائے جانے والے درختوں میں مختلف پھلوں کے درخت بھی پائے جاتے ہیں ان میں اناناس، کیلا، آم، نارنگی اور امرود قابل ذکر ہیں۔ ان پھلوں سے پینے والا رس اور سرکہ حاصل کیا جاتا ہے، ناریل ملیشیا میں تقریباً ہر جگہ دستیاب ہے۔ اسی طرح ملیشیا کے پھلوں میں سے ایک مشہور پھل انجیر بھی ہے جسے گردوں کے امراض میں استعمال کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

ملیشیا کی سرزمین میں کاک کے درخت بھی خاصی تعداد میں پائے جاتے ہیں جن سے چاکلیٹ، کیک کریم اور دیگر بہت سی اشیاء بنائی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں مصالحہ جات کے اجزاء جیسے لونگ، دھنیا، زیرہ، دارچینی اور کالی مرچیں بھی وافر مقدار میں پیدا ہوتی ہیں بلکہ ملیشیا ان اشیاء کا پیدا کرنے والا سب سے بڑا ملک سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں چاول اور چائے کی پیداوار بھی ملیشیا کی اہم پیداواروں میں شمار ہوتی ہے۔

ملیشیا میں طبی جڑی بوٹیوں اور عطریات کے پودے اور درخت بھی بڑی تعداد میں اُگتے ہیں اور عطریات کے تاجر خاص طور پر عرب تجار ان اشیاء کے بہتر معیار اور مناسب داموں پر فروخت کے باعث بڑی تعداد میں ملیشیا کا رُخ کرتے ہیں۔

(بحوالہ رابطہ اسلامک نیوز ایجنسی)

☆☆☆

CHAUDHWIN SADI *(URDU MONTHLY)* **R.N.I. DELURD/2000/5380**
L-25-A DILSHAD GARDEN, DELHI-95 PHONE:- 22596616 VOL- 8 ISSUE - 10,11, OCT., NOV. 2007
E-mail :ahmadiyyaanjuman@yahoo.co.in Our Website : www.aaiil.org (or) islam.lt
Also published on the internet at: www. aaiil.org/india

ہماری مطبوعات

نام کتاب	مصنف	قیمت
۱۔تفسیر بیان القرآن (اردو) مکمل دوجلدیں	ازحضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم -ہدیہ	-/۷۰۰روپے
۲۔تلخیص بیان القرآن مکمل	ازحضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم-ہدیہ۔	/۱۵۰روپے
۳۔احادیث العمل	ازحضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم	-/۱۵۰روپے
۴۔سیرت خیر البشر (محدود کاپیاں)	ازحضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم	-/۵۰روپے
۵۔لا نبی بعدی	از شیر محمد ملک صاحب	-/۳۰روپے
۶۔میرا قبول اسلام	از بشیر سوز	-/۶۵روپے
۷۔زندہ نبی کی زندہ تعلیم (محدود کاپیاں)	ازمولانا محمد علی صاحبؒ	-/۴۰روپے
۸۔مجدّد اعظم (۳ جلدیں) (محدود کاپیاں)	از ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم	-/۴۵۰روپے
۹۔نماز اور ترقی کی تین راہیں	ازحضرت مولانا محمد علی صاحبؒ	-/۲۰روپے
۱۰۔میثاق النبیین (محدود کاپیاں)	ازمولانا عبدالحق ودیارتھی مرحوم	-/۱۲۰روپے
۱۱۔جمع قرآن (محدود کاپیاں)	ازحضرت مولانا محمد علی صاحبؒ	-/۴۰روپے
۱۲۔نبوّت کا ظہور اتم (محدود کاپیاں)	الحاج خواجہ کمال الدین صاحب (مرحوم)	-/۷۵روپے
۱۳۔اسلام کیا ہے	مرتبہ منظور الٰہی صاحب مرحوم	-/۱۰روپے
۱۴ضرورت مجدّد	ازمولانا محمد علی صاحبؒ	-/۱۰روپے
۱۵۔مجدّد کامل (محدود کاپیاں)	ازخواجہ کمال الدین صاحب	-/۲۰روپے
۱۶۔کشتی نوح (محدود کاپیاں)	ازحضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ قادیانی	-۱۰ روپے
۱۷۔ردّ تکفیر اہل قبلہ	ازحضرت مولانا محمد علی صاحبؒ	-/۱۵روپے
۱۸۔وفات مسیح و نزول مسیح	ازحضرت مولانا محمد علی صاحبؒ	-/۱۵/روپے
۱۹۔حضرت مسیح موعود کے دعوٰی کی حقیقت	از ملک شیر محمد خوشابی	-/۲۰روپے
۲۰۔معارف الحق	ازعبدالحق ودیارتھی صاحبؒ	-/۱۰۰روپے
۲۱۔مسیح موعود	ازحضرت مولانا محمد علی صاحب	-/۱۰۰روپے
۲۲۔ہمارا خالق (محدود کاپیاں)	از محمد ضیاء اللہ	-/۲۰روپے
۲۳۔اسلامی اصول کی فلاسفی (محدود کاپیاں)	ازحضرت مرزا غلام احمد صاحب	-/۳۰روپے
۲۴۔ہندوستانی مسلمان اور جہاد (محدود کاپیاں)	ازابوظفر خوشابی مرحوم	-/۶۰روپے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا (رجسٹرڈ)

L-25-A دلشاد گارڈن، دہلی۔۱۱۰۰۹۵
E-mail :ahmadiyyaanjuman@yahoo.co.in Our Website : www.aaiil.org (or) islam.lt

۔ شائقین حضرات کتب بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے چوتھائی رقم پیشگی ارسال فرمائیں تاکہ بذریعہ وی پی کتب روانہ کی جاسکے۔وصول شدہ رقم بل میں سے گھٹادی جائے گی۔ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔کل رقم ایڈوانس بھیجنے کی صورت میں کتب بذریعہ رجسٹرڈ بک پوسٹ بھیج دی جائینگی۔

دینی معلومات کے لیے مندرجہ بالا ویب سائٹ پر بھی ہمارا پروگرام موجود ہے۔

تاجروں کے لیے خصوصی رعایت **فون:۔** 22956616

Printer, Publisher, Mumtaz Alam Printed at M.S. & Printers A-145, Gali No.8, Chohan Banger, Delhi-53
Published From L/25A, Dilshad Garden, Delhi-110095, Editor Mumtaz Alam Tell:22596616, 9910750455